دَم جھاڑ

کی شرعی حیثیت

تالیف

ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی

ترجمہ

حافظ ابوبکر صدیق کمیرپوری



مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دم جھاڑ کی شرعی حیثیت

تالیف

ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی

ترجمہ

حافظ ابو بکر صدیق کمیر پوری

مکتبہ اسلامیہ



کتاب .... دم جھاڑ کی شرعی حیثیت

تالیف .... ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی

ترجمہ .... حافظ ابوبکر صدیق کمیر پوری

اشاعت .... دسمبر 2004ء

قیمت .... 45 روپے



مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد سرگودھا روڈ فون: 041-2631204

انتساب

پیارے والدین کے نام

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد جن کی دعاؤں، تربیت صالحہ اور مخلصانہ کاوشوں سے بندہ اس قابل ہوا۔

﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾

فہرست

فصل دوم

فصل سوم

فصل چہارم

فصل پنجم



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِى هَدَانَالِخَالِصِ الْإِيْمَانِ وَأَرْشَدَنَا إِلٰى اِتَّبَاعِ السُّنَّةِ وَالْفُرْقَانِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى صَاحِبِ الْقُرْآنِ الَّذِى دِيْنُهُ خَيْرُ الْأَدْيَانِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ بُرْكِ الْإِيْمَانِ وَهُدَاةِ الْعُمْيَانِ وَعَلٰى أَتْبَاعِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ بِإِحْسَانٍ...... وبعد.

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دین حنیف نے اپنے ماننے والوں کے لیے مکمل راہنمائی فراہم کی ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی بھی پہلو ہو اس کے لیے اس دین میں کامل، اکمل طور پر رشد و ہدایت موجود ہے۔

قارئین کرام!

موجودہ دور کے فتنوں میں ایک عظیم فتنہ عاملوں، جعلی پیروں اور نجومیوں کی شکل میں پایا جاتا ہے، یہ لوگ مختلف طریقوں سے سادہ لوح عوام اور شریعت محمدی سے نابلد عامۃ الناس کو گمراہ کر رہے ہیں۔

تعویذوں، منتروں، چلوں اور نت نئے ہتھکنڈوں سے عوام کو لوٹ بھی رہے ہیں اور عقیدۂ توحید پر ڈاکہ زنی بھی، جس کے سبب مسلمانوں کا قرآن وسنت سے تعلق ختم ہوتا جا رہا ہے۔ وہ قرآن کریم جس کو اللہ مالک العلام نے مومنوں کے لیے باعث شفا اور ہدایت کا سرچشمہ بنا کر نازل فرمایا۔ نجومیوں اور مکار شعبدہ بازوں کی سرگرمیوں کو اچھا بھلا انسان بنظر استحسان دیکھتا ہے اور اپنے لیے باعث سکون اور مسائل کا حل تصور کرنے لگ پڑتا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔

جگہ جگہ جھاڑ پھونک، تعویذوں اور منتروں سے علاج معالجہ کروانے کے بورڈ، اشتہار وغیرہ آویزاں ہیں، لیکن ایک حقیقت پسند اور تھوڑا سا بھی علم رکھنے والا مسلمان بھی اگر قرآن حکیم میں غور وفکر کرے اور فرامینِ نبویہ میں تدبر کرے تو ان کی چیرہ دستیوں سے

محفوظ بھی رہ سکتا ہے اور ان دونوں چیزوں میں شفا بھی پا سکتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے کہ وہ تمام جعلی پیروں اور نجومیوں سے قطع تعلق کر کے قرآنی تعلیمات سے اپنا رابطہ استوار کریں۔

غور طلب بات ہے کہ ان نجومیوں اور عاملوں کے بلند بانگ دعووں میں اگر کچھ بھی حقیقت ہوتی تو کیا وہ اپنے کاروبار کے فروغ کے لیے اخبارات میں اشتہار دیتے؟ اور فٹ پاتھوں کی خاک چھانتے ہوئے نظر آتے؟ ان کی اپنی حالت ہی ان کے دعووں کو باطل ثابت کر رہی ہے۔

عامۃ الناس کو جھاڑ پھونک کی صحیح حقیقت سے روشناس کروانے کے لیے شیخ علی بن نفیع العلیانی کی کتاب "الرقى على ضوء عقيدة أهل سنة والجماعة و حكم التفرغ لها و اتخاذها حرفة" کا اردو ترجمہ "دم جھاڑ کی شرعی حیثیت" پیشِ خدمت ہے۔ جس کے لیے برادر مکرم جناب محمد سرور عاصم حفظہ اللہ نے ذمہ داری سونپی تھی۔

چونکہ ترجمہ کے سلسلہ میں میری یہ پہلی کاوش ہے مجھے اپنی کم علمی کا بھی احساس ہے اور قلم پکڑنے کا خاص ڈھنگ بھی نہیں، لیکن اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر یہ جسارت ضروری تھی۔

مالک ارض و سما سے استدعا ہے کہ وہ جہاں اس کاوش کو لوگوں کی رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائے وہاں میرے لیے، میرے والدین اور اساتذہ کرام کے لیے نیز ناشر کے لیے باعث نجات بھی بنائے۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ ترجمہ میں غلطی پائیں تو عاجز کو مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اس کی اصلاح ہو سکے۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم.

بروز جمعۃ المبارک مورخہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ بمطابق ۱۳ فروری ۲۰۰۴ء

حافظ ابوبکر صدیق کمیر پوری

خریج جامعۃ ام القری بمکۃ المکرمۃ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

مُقدّمہ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ.

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَاءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا.

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُو اللّٰهَ وَقُوْلُوا قَوْلًا سَدِيْدًا. يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا.

امابعد! یہ مختصری گفتگو جوجھاڑ پھونک کے بارے میں ہے۔عقیدہ اہل سنت کی روشنی میں۔

مذکورہ موضوع کے بارے میں میں نے بڑی محبت سے یہ کتاب لکھی ہے اور اس کے لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو کثرت کے ساتھ مریضوں کو جھاڑ پھونک کرنے کے لیے ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے دیکھا ہے۔شہرت و مال کے حصول کے لیے، مگر بعض اللہ کے بندے نیک نیتی کے ساتھ بغیر لالچ کے یہ کام کرتے ہیں۔حتیٰ کہ یہ لالچی اور شہرت کے بھوکے لوگوں میں معروف ہو چکے ہیں اور لوگ ان کی طرف اپنی انگلیاں اٹھاتے ہیں اور مریض قسم کے لوگ ان کے پاس ہر طرف سے آتے ہیں اور جھاڑ پھونک کرنے والے لوگوں نے اپنے آپ کو صرف دم وغیرہ کے لیے خاص کرلیا ہے اور دنیا کے کاموں سے کنارہ

کش ہو چکے ہیں اور جھاڑ پھونک کروانے والے لوگوں نے اُن کے ساتھ تعلق اور رابطہ قائم کرلیا ہے۔ نیز ان کے بارے میں یہ گمان رکھتے ہیں کہ فائدہ جو ہے وہ جھاڑ پھونک کرنے والے میں ہے نہ کہ جو چیز کلام پاک (ادعیہ مسنونہ) ان مریضوں پر پڑھی جاتی ہے، اس میں ہے۔ خصوصاً وہ لوگ جن کا یقین اللہ پر کمزور ہے اور نہ ہی اس پر توکل ہے اور یہ سب جہالت کی وجہ سے ہے اور ان شعبدہ بازوں اور جھوٹے لوگوں نے جو مریضوں اور ان کے ورثاء کے جذبات کے ساتھ کھیلتے ہیں اس کام کو منافع بخش سمجھ رکھا ہے۔ اور اپنے آپ کو علماءِ ربانی، اللہ والے ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسے لوگ حقیقت میں حق میں باطل کی ملاوٹ کرنے والے ہیں اور اپنی چکنی اور جھوٹی گفتگو سے لوگوں کو ذہنی طور پر پریشانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ پس میں نے پسند کیا کہ شرعی اور غیر شرعی جھاڑ پھونک کے فرق کو واضح کروں اور حقیر سی کوشش سے اس کے حکم کو بیان کروں۔ نیز یہ بھی بتاؤں کہ اس غیر شرعی جھاڑ پھونک سے مومن کا عقیدہ کیسے خراب ہوتا ہے اور سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مریضوں کا دم وغیرہ سے کیسے علاج کیا کرتے تھے۔ اور معتبر اہل علم کے اقوال اس مسئلہ میں بیان کروں اور میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے حق شناسی اور اس کی پیروی کی توفیق دے اور باطل بھی مجھ پر واضح کر دے اور اس سے اجتناب کی توفیق دے۔ کیونکہ وہی ہے جو اس پر قادر ہے اور میں نے اس بحث اور گفتگو کو تمہید، پانچ فصلوں اور خاتمہ میں تقسیم کیا ہے۔



مجمل خاکہ

جھاڑ پھونک کی تعریف اور اسلام سے قبل اس کا معروف ہونا

فصلِ اوّل

جھاڑ پھونک کا عقائد کے ساتھ کیا تعلق ہے اور کیا یہ توکل کے منافی ہے؟

فصل دوم

جھاڑ پھونک کا حکم اور اس کی اقسام

(i) تکلیف میں مبتلا ہونے سے قبل ہی دم سے اس کا علاج کرنا۔

(ii) تکلیف میں مبتلا ہونے کے بعد دم سے اس کا علاج کرنا۔

فصل سوم

کیا جھاڑ پھونک توقیفی امر ہے؟ اور کیا ہر مرض پر دم کیا جا سکتا ہے؟

فصل چہارم

اسلام میں جھاڑ پھونک کے قواعد وضوابط

فصل پنجم

لوگوں پر دم کرنے کے لیے فارغ رہنے اور اس کو پیشہ بنانے کا حکم

خاتمہ

اس گفتگو اور بحث کے نتائج



تمہید

جھاڑ پھونک کی تعریف اور قبل از اسلام اس کا وجود

ابن منظور نے اپنی کتاب لسان العرب میں ذکر کیا ہے کہ رقیہ سے مراد عوذہ ہے۔ جس کا مطلب ہے پناہ لینا یا دعا مانگنا اور یہ بھی کہا ہے کہ العوذہ، والمتعاذات والتعویذ سے مراد رقیہ ہی ہے جس کا معنی پناہ حاصل کرنا ہے اور جھاڑ پھونک بھی وہی چیز ہے جس کے ذریعے انسان گھبراہٹ اور پاگل پن سے پناہ حاصل کرتا ہے۔

جس طرح کہا جاتا ہے کہ ''أُعِيذُكَ بِاللّٰهِ وَ أَسْمَائِهِ مِنْ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ'' تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ میں تم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں۔ اس کے اسماء حسنیٰ کے ساتھ ہر نقصان دہ چیز سے۔

مذکورہ بالا الفاظ سے یہی ظاہر ہوا کہ رقیہ کا لفظ پناہ اور حفاظت طلب کرنے کا معنی دیتا ہے۔ اس کی دلیل حدیث شریف میں ہے۔ جب ایک صحابی نے کافر کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا لیکن پھر بھی صحابی نے اس کو قتل کر دیا۔ جب یہ قصہ رسول عربی کی عدالت میں ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے صحابی سے فرمایا کہ تو نے اس کے دل کو تو نہیں دیکھا تھا؟ جواباً صحابی نے عرض کیا کہ اس نے کلمہ شہادت اس لیے پڑھا تھا کہ ''اِنَّمَا قَالَهَا تَعَوُّذاً'' وہ اس کی وجہ سے پناہ اور حفاظت حاصل کرے تا کہ قتل سے بچ جائے۔ ورنہ وہ اسلام قبول کرنے میں مخلص نہ تھا۔

لہٰذا اس حدیث شریف سے بھی یہ ظاہر ہوا کہ رقیہ کا مطلب پناہ اور حفاظت طلب کرنا ہوتا ہے تو گویا کہ دم کرنے والا ان آیات یا دعاؤں سے پناہ حاصل کرنا چاہتا ہے یا وہ اس دم وغیرہ کو شفا حاصل کرنے کے لیے سبب بناتا ہے۔

جس طرح قرآن کریم میں ہے:

﴿كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ﴾ [۷۵/القیامۃ: ۲۶۔۲۷]

''کہ جب روح ہنسلی تک پہنچ جائے گی تو کہا جائے گا کہ ہے کوئی جو جھاڑ

پھونک کے ذریعے تمہیں بچالے‘‘۔

تو اس آیت سے مراد بھی جھاڑ پھونک کرنا ہی ہے۔ جیسا کہ ابن عباس اور ابو قلابہ سے منقول ہے اور بعض مرتبہ جھاڑ پھونک تو کی جاتی ہے لیکن ان آیات یا دعاؤں میں سے ایسے الفاظ نہیں ہوتے جو پناہ اور حفاظت حاصل کرنے پر دلالت کریں۔

جھاڑ پھونک لوگوں میں قبل اسلام بھی موجود تھی

پہلی دلیل

اور اس پر مؤطا امام مالک کی روایت میں دلیل موجود ہے جو عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے منقول ہے۔

((اِنَّ اَبَا بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ وَهِيَ تَشْتَكِيْ وَيَهُوْدِيَّةٌ تَرْقِيْهَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: أَرْقِيْهَا بِكِتَابِ اللّٰهِ)) [1]

’’کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو وہ کسی مرض کی شکایت کر رہی تھی اور ایک یہودیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دم کر رہی تھی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اس کو دم اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کرو۔‘‘

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اہل کتاب کے ہاں بھی جھاڑ پھونک مروج تھی۔ اور سیدنا ابو بکر صدیق کا یہ کہنا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے دم کرو تو اس سے مراد تورات تھی۔

ان الفاظ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہود احکام و عقائد کو بدل ڈالتے تھے لیکن وہ آیات جن سے وہ جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے ان کو نہیں بدلتے تھے کیونکہ اس طرح کرنے سے ان کو پناہ نہیں مل سکتی تھی۔ کیونکہ دم وغیرہ کا تو مقصد ہی پناہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر یہودی ان آیات کو بھی تبدیل کر دیتے جن کے ذریعے سے وہ پناہ حاصل کیا کرتے تھے تو ابو بکر صدیق سیدہ عائشہ سے بے پرواہ نہ ہوتے اس دم سے جو ان پر کیا جا رہا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماذری نے کہا ہے کہ: اہل کتاب کے جھاڑ پھونک کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور امام

[1] [illegible]

مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ جانا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہودیوں کا کتاب اللہ (توراۃ) میں تبدیلی کرنا ہے اور جن کے نزدیک اہل کتاب سے دم وغیرہ کروانا جائز ہے۔ انہوں نے امام مالک کی بات کا یہ جواب دیا ہے کہ اہل کتاب جھاڑ پھونک میں تحریف نہیں کر سکتے کیونکہ یہ علاج بھی تو میڈیکل کی طرح ہے۔ اس لیے حکمت وطب جاننے والا جان بوجھ کر کبھی غلط نسخہ تجویز نہیں کرتا اور جو اس جھاڑ پھونک کا ماہر نہیں وہ اپنے دم میں جان بوجھ کر کیسے تبدیلی کرے گا اور جو اپنے فن کا ماہر ہوتا ہے وہ تو اپنی مہارت کو کیش کروانے کے لیے حریص ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ بھی اس دم میں تغیر وتبدل کو پسند نہیں کرے گا تاکہ اس کا پیشہ متاثر نہ ہو۔ اور حقیقی بات تو یہ ہے کہ یہ معاملہ مختلف ہے افراد اور احوال کے اختلاف کی وجہ سے، یعنی بعض لوگ اپنے پیشے سے مخلص ہوتے ہیں۔ اور غلط دم وغیرہ نہیں کرتے اور بعض اس کے برعکس۔

جھاڑ پھونک کے اسلام سے قبل موجود ہونے کی دوسری دلیل

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند احمد میں زینب رضی اللہ عنہا (جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں) سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں: عبداللہ جب کسی کام سے واپس لوٹتے تو دروازے پر آ کر رک جاتے اور کھنگارتے اور تھوکتے تاکہ گھر والے ان کی آمد کو جان لیں۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اس چیز کو ناپسند جانتے تھے کہ اچانک ہم پر داخل ہوں اور ہم اس حالت میں ہوں کہ جو ان کو ناگوار محسوس ہو۔ فرماتی ہیں ایک دن وہ آئے اور کھانسنے لگے اس وقت میرے پاس ایک یہودی عورت بیٹھی ہوئی تھی جو مجھے بخار کا دم کر رہی تھی۔ تو عبداللہ کی آواز سن کر میں نے اس کو چارپائی کے نیچے چھپا دیا، پھر عبداللہ اندر داخل ہوئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ میری گردن میں دھاگہ دیکھا تو فرمانے لگے یہ دھاگہ کیسا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اس پر میرے لیے دم کیا گیا ہے۔ زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے دھاگہ پکڑا اور کھینچ کر توڑ دیا اور فرمانے لگے کہ بے شک آل عبداللہ اس شرک سے بری ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ بے شک جھاڑ پھونک گنڈہ اور منتر شرک ہے۔ زینب فرماتی ہیں کہ میں نے عبداللہ سے کہا تم کہتے ہو لیکن

جب میری آنکھ شدتِ درد سے پھڑ کنے لگتی ہے تو میں ایک یہودی سے جھاڑ پھونک کرواتی ہوں تو وہ پرسکون ہو جاتی ہے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ شیطانی کام ہے۔ وہ اپنے ہاتھ سے تکلیف دیتا ہے کوئی چیز چبھوتا ہے پھر جب اس پر دم وغیرہ کیا جائے تو وہ تکلیف اس دم سے رک جاتی ہے، بے شک اس تکلیف سے نجات کے لیے یہی کافی ہے تو وہی کہہ جو رسول اللہ نے کہا ہے کہ:

((اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيُ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُ كَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا)) [1]

"اے ہمارے رب! بیماری دور کر اور شفا عطا فرما بے شک تو ہی شفا دینے والا ہے، نہیں ہے کوئی شفا مگر تیری ہی شفا ہے۔ ایسی شفا ہو جس کے بعد کوئی بیماری نہ ہو۔"

یہ حدیث دلیل ہے کہ یہودی عورت کے پاس اور کوئی جھاڑ پھونک موجود تھا جو وہ کیا کرتی تھی اور ابن مسعود کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اہل کتاب کے جھاڑ پھونک کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے اس جھاڑ پھونک کی نوعیت دریافت نہیں کی تھی جو وہ کر رہی تھی بلکہ جو تکلیف اس کی بیوی نے بتلائی اس کی تفسیر یہ کی تھی کہ یہ تکلیف شیطان کے بھڑکانے اور برانگیختہ کرنے کی وجہ سے ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ اس تکلیف سے سکون حاصل کرنے کا نسخہ کیا ہے اور شیطان اس معاملے میں یہودی سے تعاون کرتا ہے اور یہ شیاطین نجومیوں اور شعبدہ بازوں کے بھی مددگار ہوتے ہیں تاکہ اس طرح سے وہ لوگوں کو گمراہ کریں اور آہستہ آہستہ شرک میں بھی مبتلا کریں۔ جھاڑ پھونک کا یہ عمل صرف اہل کتاب میں ہی معروف نہیں ہے بلکہ عرب بھی زمانہ جاہلیت میں اس سے آشنا تھے، جیسے امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں سعید بن جبیر کے واسطہ سے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ ضماد بن ثعلبہ ازدی جو درد ریح کا دم کیا کرتا تھا جب مکۃ المکرمۃ آیا تو مکہ کے پاگل اور بیوقوف قسم کے لوگوں سے سنا: وہ کہتے تھے کہ محمد (نعوذ باللہ) مجنوں اور دیوانے

[1] مسند احمد، جلد اوّل حدیث نمبر ۳۶۱۵، کتاب الفضائل

ہیں۔ضماد بن ثعلبہ کہنے لگا اگر میں اس شخص کو مل لوں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھ سے شفایاب کر دیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ملا اور کہنے لگا اے محمد! میں دیوانے پن کا علاج کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں میرے ہاتھ سے شفاء عطا فرماتے ہیں تو کیا میں آپ کو دم کروں یہ بات سن کر رسول مکرم پڑھتے ہیں:

”اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، اَمَّا بعد“

یہ کلمات سنتے ہی وہ کہنے لگا: اے محمد! یہ کلمات دوبارہ پڑھیے۔ پس رسول خدا ﷺ نے مذکورہ کلمات اس پر دوبارہ پڑھے اس طرح تین مرتبہ یہ کلمات اس پر دوہرائے، ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ کہنے لگا تحقیق میں نے نجومیوں اور کاہنوں، جادوگروں اور شاعروں کی باتیں سنی ہیں لیکن آپ کے ان کلمات کی طرح کا کلام کسی سے بھی نہیں بن سکا۔ آپ کا کلام تو سمندر کی طرح گہرا ہے۔ ساتھ ہی کہنے لگا: اے محمد! اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے تاکہ آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر سکوں۔ ابن عباس فرماتے ہیں پھر اس نے بیعت کر لی اور وہ مسلمان ہو گیا تو رسول ﷺ فرمانے لگے کیا تم اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت چاہتے ہو کہنے لگا جی ہاں اپنی قوم کی طرف سے بھی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اکرم ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا جو ضماد کی قوم کے پاس سے گزرا تو امیر لشکر نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا تم نے ان کے پاس کیا دیکھا، انہوں نے جواب دیا کہ وضو کا برتن، تو امیر لشکر کہنے لگا ان کو چھوڑ دو بے شک یہ قوم ضماد ہے۔ وہ ضماد جو اسلام لانے سے پہلے دیوانے پن کا جھاڑ پھونک کیا کرتا تھا۔ [1] ایک اور روایت ہے امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ ابو سفیان جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا ہے تو آل عمرو بن حزم زید الانصاری رسول مکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ بے شک ہمارے پاس ایسا دم ہے جو ہم بچھو کے ڈسنے پر کرتے ہیں، جبکہ

---

[1] صحیح مسلم مع النووی، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والجمعۃ جلد ۶ ص ۱۳۷، رقم الحدیث، ۸۶۸۔

آپ نے اس جھاڑ پھونک سے منع فرما دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ دم بتاؤ مجھے، جب وہ دم آپ پر پیش کیا گیا تو آپ نے کہا کہ میں اس میں کوئی برائی نہیں دیکھتا، جو شخص بھی تم میں سے اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے تو وہ ضرور ایسا کرے۔ 1

صحیح مسلم میں ہی ایک اور روایت ہے جس کو ابن جبیر نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے وہ عوف بن مالک الاشجعی سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، پس میں نے رسول ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنا وہ دم مجھے بتاؤ۔ پھر فرمایا کہ ایسا دم جس میں شرک کی آمیزش نہ ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔ 2

ان دلائل سے صاف ظاہر ہے کہ آل عمرو بن حزم کا جھاڑ پھونک اور مالک اشجعی کا جھاڑ پھونک وہ انہوں نے رسول ﷺ سے نہیں سیکھا تھا بلکہ وہ تو اس دم سے پہلے کے واقف تھے اور اس کو آزما بھی چکے تھے اور پھر وہ جھاڑ پھونک آپ پر پیش کیا گیا تو آپ نے شرک کی آمیزش نہ ہونے کی بنا پر جائز قرار دیا اور ان کو اس کے استعمال کی رخصت بھی عنایت فرمادی۔ اس کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں لیکن ہم ان ہی پر اکتفاء کرتے ہیں تاکہ بات زیادہ لمبی نہ ہو جائے۔



1 صحیح مسلم: شرح نووی، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ، جلد۱۴ص ۱۵۶، حدیث نمبر۲۱۹۹۔

2 صحیح مسلم، شرح نووی، کتاب السلام، باب لاباس بالرقی مالم یکن فیہ شرک، جلد۱۴ ص ۱۵۶، حدیث ۲۲۰۰۔

فصل اوّل

جھاڑ پھونک کا عقائد کے ساتھ تعلق

اور کیا یہ توکل کے منافی ہے؟

پہلی بحث: جھاڑ پھونک کا عقائد کے ساتھ تعلق

اس بحث میں چند اشیاء مدنظر رہنی چاہییں۔

(ا) بعض قسم کے جھاڑ پھونک میں غیر اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے، جنات اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے مدد مانگی جاتی ہے یہ ایسی چیزیں ہیں۔ اس قسم کی امداد انسان کو شرک تک پہنچا دینے والی ہیں اور یہی وہ قسم ہے جس کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ شرک میں سے ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے رسول ﷺ سے یہ بات یاد کی ہے کہ جھاڑ پھونک تعویذ گنڈے سب شرکیہ کام ہیں۔ [1] نیز یہ ایسے شرکیہ کام ہیں جو توحید کی اصل کے منافی ہیں اور عقیدہ کو برباد کر دینے والے ہیں۔

(ب) دوسری چیز یہ ہے کہ بعض لوگ اس جھاڑ پھونک پر ہی کلی طور پر اعتماد کر بیٹھتے ہیں اور یہ گمان کر لیتے ہیں کہ یہ جھاڑ پھونک ذاتی طور پر فائدہ دینے والی چیز ہے اور اس چیز کا خیال نہیں رکھتے کہ یہ تو سبب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت نہ ہو تو اس میں کوئی فائدہ اور نفع نہیں، اسی عقیدہ کا حامل ایک شاعر کہتا ہے۔

إِذَا مَاتَ لَمْ تُفْلِحْ مُزَيِّنَةٌ بَعْدَهُ

فَنُوطِي عَلَيْهِ يَا مُزَيِّنَ التَّمَائِمَا

”جب وہ مر گئی تو اس کے بعد مزینہ کو کوئی چیز راس نہ آئی۔ اے مزینہ تو اس پر تعویذ لٹکا دے تا کہ تقدیر اس پر غالب نہ آ سکے“۔ اب آپ دیکھیں کیا یہ صریحاً شرک نہیں ہے؟

اور جھاڑ پھونک کا مطلب زمانہ جاہلیت میں تعویذ ہی ہوتا تھا اور اس تعویذ پر مکمل

---

[1] رواہ الحاکم فی المستدرک ۴/ ۲۱۷، کتاب الرُّقٰی والتمائم جلد ۸، حدیث نمبر ۸۲۹۰۔ مسند احمد: باب التمائم، جلد اص، مسند عبداللہ بن مسعود

طور پر اعتماد کیا جاتا تھا اور یہ وہ چیز ہے جو توکل علی اللہ کے منافی ہے جبکہ عقیدے کی پختگی توکل علی اللہ کی وجہ سے ہی ہے۔

(ج) تیسری چیز یہ ہے کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جھاڑ پھونک ہی شفا دینے والی ہے۔ یعنی جو پڑھا جا رہا ہے وہ بذات خود شفا ہے نہ کہ جس ذات مقدس کا نام لیا جا رہا ہے وہ شفاء دینے والی ہستی ہے اور یہ بات عقیدہ صحیحہ کے متصادم ہے جو اللہ جل وعلا نے اپنی کتاب عزیز میں ذکر کیا ہے اور رسول ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی زبانی بتایا ہے اور یہی وہ عقیدہ ہے جس کو ابراہیم خلیل اللہ نے واضح کیا تھا جب وہ اپنی قوم سے اس کے بارہ میں جھگڑا کر رہے تھے۔ چنانچہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝ اَوْيَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۝ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآئَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝﴾ [۲۶/الشعرآء:۶۹ تا ۸۰]

”انہیں ابراہیم کا واقعہ بھی سنا دو جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور ہم تو ان کے مجاور بنے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو وہ سنتے بھی ہیں؟ یا وہ تم کو نفع نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے پایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کچھ جانتے بھی ہو جس کی تم پوجا کرتے ہو تم اور تمہارے آباواجداد سب میرے دشمن ہیں۔ مگر سوائے اللہ تعالیٰ کے کہ جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ جس نے مجھے پیدا کیا وہی میری رہنمائی

کرتا ہے وہ ہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاؤں وہی مجھے شفا دیتا ہے۔"

پس شفا تو من جانب اللہ ہی ہے۔ جیسا کہ خاتم الانبیا نے اپنے فرمان میں واضح کر دیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عبدالعزیز کہتے ہیں میں اور ثابت، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ثابت کہنے لگے: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! مجھے کچھ تکلیف ہے تو انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دم نہ کروں۔ ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کیوں نہیں۔ تو انس رضی اللہ عنہ یہ دعا پڑھتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْھِبَ الْبَأْسَ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِي إِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا. [1]

"اے اللہ! جہانوں کے رب، بیماری کو لے جانے والے، شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے، نہیں ہے کوئی شفا دینے والا مگر تو ہی، ایسی شفا دے جس کے بعد بیماری نہ آئے۔"

اسی طرح صحیح بخاری میں ایک اور روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض گھر والوں پر دعا کرتے اپنا دایاں ہاتھ وہاں پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے جو اوپر مذکور ہے [2] اور ایک دوسری روایت میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ دم کرتے اور کہتے:

((اِمْسَحِ الْبَأْسَ، رَبَّ النَّاسِ بِيَدِكَ الشِّفَاءَ لَا كَاشِفَ لَهُ اِلَّا أَنْتَ)) [3]

"بیماری کو مٹا، ڈال لوگوں کے مالک! شفا تیرے ہی ہاتھ میں ہے، اس کو سوائے تیرے کوئی بھی دور نہیں کرسکتا۔"

(د) چوتھی چیز یہ ہے کہ بعض علماء کرام جھاڑ پھونک کو مکروہ گردانتے ہیں اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک یہ جھاڑ پھونک توکل کے منافی ہے۔ جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔

[1] صحیح بخاری: کتاب الطب، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث ۵۷۴۲۔ [2] صحیح بخاری: کتاب الطب، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث ۵۷۴۳۔ [3] صحیح بخاری: کتاب الطب، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم ۵۷۴۴

اس وجہ سے یہ بحث جو جھاڑ پھونک کے بارہ میں ہے یہ عقائد کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور بعض اہل علم جنہوں نے توحید کو شرک کی آمیزش سے صاف وشفاف رکھنے کا اہتمام کیا ہے انہوں نے کتب توحید میں اس جھاڑ پھونک کے مسائل پر کلام کیا ہے۔ اور بعض اہل علم نے اس جھاڑ پھونک کو کتاب الطب میں ذکر کیا ہے جیسا کہ امام بخاری اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان حضرات نے تو جھاڑ پھونک کو جو جائز ہو صرف ایک علاج معالجہ کی نظر سے دیکھا ہے اور وہ جھاڑ پھونک جو شرکیہ کلمات پر مشتمل ہو اور اپنا ایجاد کردہ ہو تو اس کی بحث کا تعلق خاص طور پر عقائد کی کتابوں کے ساتھ ہے۔

کیا جھاڑ پھونک توکل کے منافی ہے؟

بعض اہل علم نے جھاڑ پھونک سے علاج کو ناپسند کیا ہے اور ایسے ہی لوہے سے داغنا اس کو بھی مکروہ جانا ہے، بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو باب باندھا ہے [باب مَنْ لَمْ یَرْقِ] یعنی باب ان کے بارہ میں جو جھاڑ پھونک نہیں کرواتے۔ اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کرتے ہیں کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ میرے اوپر سابقہ امتیں پیش کی گئیں، پس بعض انبیاء کے ساتھ صرف ایک آدمی تھا اور بعض کے ساتھ دو آدمی تھے اور کسی پیغمبر کے ساتھ آٹھ یا دس اور میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا جم غفیر ہے جس نے افق کو ڈھانپ رکھا ہے۔ میں نے امید کی کہ یہ میری امت ہوگی، تو مجھے کہا گیا کہ یہ موسیٰ اور ان کی امت ہے، پھر میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر لوگ چلے گئے اور اس حدیث کی کوئی وضاحت نہ کی گئی۔ پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب آپس میں تذکرہ کرنے لگے کہ ہمارا حال کیا ہے ہم تو مشرک پیدا ہوئے۔

جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ بغیر حساب وکتاب کے جو جنت میں داخل ہوں گے وہ ایسے لوگ ہیں جو بدفالی اور براشگون نہیں لیتے اور نہ اپنے جسموں پر داغ لگواتے ہیں اور جھاڑ پھونک بھی نہیں کرواتے۔ بلکہ اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ تو عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ کیا میں ان میں سے ہوں۔ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ہاں تو ان میں سے ہے۔ پھر ایک دوسرے صحابی کھڑے ہوئے اور پوچھا کیا میں بھی ان ستر ہزار میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ عکاشہ تم پر سبقت لے گیا ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو جھاڑ پھونک کو مکروہ خیال کرتے ہیں ان کے نزدیک یہ حدیث دلیل ہے یعنی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے وہ جھاڑ پھونک، جسم پر داغ لگوانا بنسبت دوسری ادویات کے ناپسند اور مکروہ تصور کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ جھاڑ پھونک اور جسم کو داغنا یہ توکل کے منافی ہے اور باقی دوسری ادویات سے علاج معالجہ جائز ہے۔ اس رائے کے علماء نے چند ایک جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب

(ا) طبری، مازری اور ان کے ہم خیال علما فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو محمول کیا جائے گا اس شخص پر جو علم طبیعات کا ماہر ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ادویات اپنی طبع کے لحاظ سے فائدہ دینے والی ہیں، یعنی ذاتی طور پر، جس طرح دور جاہلیت میں لوگ ایسا اعتقاد رکھتے تھے۔

(ب) ایک دوسرا قول یہ ہے کہ اس مذکورہ حدیث سے ایسا جھاڑ پھونک مراد ہے جو زمانہ جاہلیت میں کیا جاتا تھا اور کرنے والا اس جھاڑ پھونک کے معنی کو نہیں سمجھتا تھا۔ ایسے جھاڑ پھونک کو ترک کرنا مستحسن ہے تاکہ کفر کا احتمال نہ رہے، بخلاف اس جھاڑ پھونک کے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔

لیکن قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب کا تعاقب کیا ہے کہ حدیث میں تو ستر ہزار اشخاص کی دوسروں پر خصوصیت کی دلیل ہے اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں کوئی دوسرا ان کے ساتھ شریک نہیں ان کی دینداری کی وجہ سے اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ دوائیں اپنی طبع کی وجہ سے ذاتی طور پر اثر انداز ہوتی ہیں یا وہ جاہلیت والا جھاڑ پھونک یا ایسی کوئی بھی چیز استعمال کرنے والا مسلمان نہیں اور اس جواب کو بھی قبول نہیں کرے گا۔

[1] صحیح البخاری: کتاب الطب، باب من لم یرق۔

دوسرا جواب

داؤدی اور ان کے ساتھ دوسرے لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدیث میں مذکورہ چیزوں کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں۔ اپنی صحت کے لیے اور بیماری سے بچنے کے لیے اور وہ لوگ جو بیمار ہونے پر ادویات استعمال کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی رائے میں نے ابن قتیبہ وغیرہ سے داغ لگوانے کے باب میں ذکر کی ہے اور ابن عبدالبر نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ وہ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ بیماری سے قبل ہی جھاڑ پھونک کروانا ٹھیک نہیں ہے۔

تیسرا جواب

حلیمی فرماتے ہیں کہ ان ستر ہزار سے مراد جو حدیث مذکورہ میں ہیں شاید وہ لوگ ہوں جو احوال دنیا سے ناواقف ہوں اور ان اسباب سے بھی غافل ہوں جو امراض اور بیماریوں کو دور کرنے میں مصروف ہیں اور وہ جسم پر داغنے سے بھی لاعلم ہوں اور بدفالی برے شگون بھی نہ جانتے ہوں، انکو اپنی تکلیف میں سوائے دعا اور اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی رضا وتقدیر کے علاوہ کوئی جائے پناہ میسر نظر نہ آتی ہو اور وہ حکیموں کی طب اور جھاڑ پھونک کرنے والوں کے دم سے ناآشنا ہوں اور ان چیزوں کے استعمال کو جائز اور مستحسن نہ سمجھتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

چوتھا جواب

ہوسکتا ہے کہ جھاڑ پھونک اور جسم پر داغنے کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھتے ہوئے اور بیماری سے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کو کافی سمجھتے ہوں اور اس توکل والی رائے کے جواز میں عیب نکالنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ ان لوگوں کا اللہ پر توکل کا ثبوت 'احادیث صحیحہ میں موجود ہے اور سلف صالحین سے بھی منقول ہے اور اس کو قبول اور تسلیم کر لینا اس کے اسباب میں مشغول رہنے سے کہیں اعلیٰ اور بہتر ہے۔ نیز خطابی اور ان کے ہمنوا بھی اسی رائے کے طرف دار ہیں۔ اور ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توکل علی اللہ یہ دنیا اور اس کے اسباب و

تعلق سے دور رہنے والے اولیاء اللہ کی صفت ہے اور ان کے خاصے ہیں اور ان کا رد بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ سب رسول ﷺ سے فعلاً اور حکماً ثابت ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ معرفت کے اعلیٰ مقام اور توکل کے اونچے درجہ پر فائز تھے اور ایسے توکل کا اثبات اور جواز آپ سے ثابت ہے اور توکل میں کمی بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ آپ کا توکل کامل اور یقینی تھا اور اسباب کا حصول یعنی ذرائع کو اختیار کرنا توکل میں اثر انداز نہیں ہوتا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، خطابی کی رائے جو پیچھے گزر چکی ہے کا معنی بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ مذکورہ حدیث کا ظاہری معنی جس کو خطابی اور دوسرے لوگوں نے اختیار کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہوا اور وہ اپنی تکالیف میں کوئی بھی سبب بچاؤ کے لیے تلاش نہ کرتے ہوں اور ایسی حالت کی فضیلت میں کوئی شک نہیں اور ایسی حالت کو اختیار کرنے والا غالب ہوسکتا ہے اور رہا رسول کا دوا اور علاج کرنا تو آپ کا یہ فعل ہمارے لیے علاج کے اسباب اختیار کرنے پر جواز کی دلیل ہے۔

قُلْتُ:

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے خطابی، ابن اثیر اور نووی رحمۃ اللہ علیہم کی مراد ان لوگوں کی صرف تعریف اور مدح مقصود ہو جو علاج معالجہ کا مکروہ اور ناپسندیدہ طریقہ اختیار نہیں کرتے اور ان کی یہ مراد ہرگز نہیں ہوسکتی کہ اولیاء اللہ تمام کے تمام اسباب کو چھوڑ تے ہیں اور علاج کے وسائل استعمال نہیں کرتے۔ پس اگر وہ علاج وغیرہ کے تمام اسباب کو چھوڑ دیں تو یہ گویا دین میں عیب جوئی کرنا ہے اور پھر عقل اور دین کے بھی خلاف ہے اور صوفی حضرات جو اس کا نظریاتی لحاظ سے اقرار کرتے ہیں اور عملی طور پر مخالفت۔ اور ہم نے ایسے صوفیا کو بھی دیکھا ہے جو کھانے پینے اور لباس سے بے رغبتی کا دعویٰ کرنے والے ہیں خود یہ سب کچھ استعمال کرتے ہیں، جس سے ان کی زندگی کی گزر بسر ہو سکے۔

شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ستر ہزار افراد جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جان لو

حدیث کا مطلب یہ نہیں نکلتا کہ وہ مطلق طور پر اسباب کو اختیار نہیں کرتے تھے جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا گمان ہے، پس مجموعی طور پر اسباب کو اختیار کرنا فطری اور ضروری امر ہے اور کوئی بھی اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ حیوانات بھی بلکہ توکل بذات خود سب سے بڑا سبب ہے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ [٥٦/الطلاق:٣] یعنی اللہ اپنے اوپر توکل اختیار کرنے والوں کے لیے کافی ہے۔ تو اس سے مراد یہ ہوا کہ وہ ستر ہزار افراد مکروہ کاموں سے اجتناب کرنے والے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان مکروہ کاموں کی حاجت بھی ہوتی ہے۔ لیکن وہ صرف اللہ پر توکل کرتے ہوئے ان کو ترک کر دیتے ہیں۔ مثلاً جھاڑ پھونک اور جسم پر داغ لگوانا ۔ پس وہ لوگ ان چیزوں کو اس لیے نہیں چھوڑتے کہ یہ سبب ہے اور ہم توکل کرنے والے ہیں، بلکہ وہ مذکورہ چیزوں کو مکروہ خیال کرتے ہوئے اجتناب برتتے ہیں۔ خصوصاً مریض انسان جس چیز کو باعث شفا سمجھتا ہے چاہے وہ مکڑی کا جال ہی کیوں نہ ہو وہ اس سے چمٹ جاتا ہے تاکہ شفا حاصل کر سکے اور رہے اسباب اور علاج معالجہ تو اگر ان میں کوئی مکروہ چیز نہ ہو تو ان کو اختیار کرنا توکل علی اللہ کے خلاف نہیں ہے اور اس کو ترک کر دینا خلاف شرع ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ دَاءٍ إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری اتاری ہے اس کے لیے شفاء بھی نازل کی ہے''

اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ کچھ اعرابی لوگ آئے اور پوچھنے لگے۔ یا رسول اللہ! ہم (بیماری کے لیے) دوا وغیرہ لے سکتے ہیں؟ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! دوا لو (علاج معالجہ کرو) بے شک اللہ عزوجل نے کوئی بھی بیماری پیدا نہیں کی مگر اس کے لیے شفاء بھی پیدا کی ہے، سوائے ایک بیماری کے تو اعرابی پوچھنے لگے کہ وہ کون سی بیماری ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بڑھاپا [2]

---

[1] بخاری: کتاب الطب، باب الحبۃ السوداء۔

[2] صحیح بخاری: کتاب الطب۔ سنن أبی داود: کتاب الطب، باب الرجل یتداوی، ج ۳ ص ۱۵۶۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اسباب و ذرائع کے اثبات کو شامل ہیں اور جو اسباب اختیار کرنے کے خلاف ہیں۔ ان کی بات غلط ہے اور دوا وغیرہ استعمال کرنا توکل کے منافی نہیں ہے جس طرح بھوک پیاس گرمی اور سردی سے بچاؤ کے لیے کھانا، پانی سایہ اور گرم لباس استعمال کرنا توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ حقیقت میں توحید اس وقت تک نامکمل ہے جب تک اسباب کو اختیار نہ کیا جائے۔ وہ اسباب جن کو رب لم یزل نے شرع اور تقدیر کے تقاضے کے مطابق قائم کیا ہے اور اسباب کو استعمال کرنے سے رک جانا اللہ پر توکل کرنے اور اس کے حکم و حکمت کے خلاف ہے اور پھر ان اسباب کو ترک کرنے والا اگر یہ گمان کرے کہ اسباب کو اختیار نہ کرنا توکل علی اللہ سے زیادہ قوی ہے تو یہ خیال اور گمان ضعیف اور غلط ہے۔ نیز ان بیماریوں سے نجات کے لیے اسباب اور ذرائع سے اجتناب کرنا ایسی کمزوری اور عاجزی ہے جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کے متضاد ہے اور توکل علی اللہ کی تو یہ بنیاد ہے کہ انسان دین اور دنیا کے فائدے کے حصول اور نقصان سے بچاؤ کے لیے اللہ کی ذات پر مکمل اعتماد اور یقین رکھے اور یہ اعتماد اور یقین حاصل کرنے کے لیے اسباب کو استعمال میں لانا علاج معالجہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ ورنہ احکامِ ربانی اس کی حکمت اور شریعت کی نافرمانی اور انکار ہے اور عاجزی کو توکل اور توکل کو عاجزی نہیں بنانا چاہیے۔

میں (مولف) کہتا ہوں کہ علاج معالجہ کو چھوڑ کر توکل اختیار کرنا۔ یہ حدیث سے ثابت ہے کہ جب ایک عورت کو مرگی کی بیماری تھی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا کہ اگر تم صبر کرو گی تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں شفا عطا فرمادے گا۔ وہ کہنے لگی کہ میں اس بیماری پر صبر کرتی ہوں۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں اس کا بلند درجہ ثابت ہوتا ہے جس کو مرگی کی تکلیف ہو اور دنیاوی تکالیف و مصائب پر صبر کرنا جنت کا وارث بنا دیتا ہے اور جس کو یہ علم ہو کہ تکلیف پر صبر اس کی بیماری کو اگر بڑھا نہ دے تو ایسی حالت میں اللہ پر

[1] فتح الباری: کتاب المرضی۔ باب فضل من یصرع من الریح، جلد ۱۰ ص ۹۹۔

توکل کر کے مصائب پر صبر کرنا افضل ہے۔اس مذکورہ حدیث مبارکہ میں علاج معالجہ کو ترک کر دینے اور توکل علی اللہ پر جواز کی دلیل ہے اور علمائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا ادویات کا استعمال کرنا مباح ہے اور اس کا ترک کر دینا افضل یا مستحب یا واجب ہے؟ تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول جواز کا ہے۔

اور دوسرا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ علاج نہ کرنا بلکہ صرف اللہ پر توکل بہتر ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علاج نہ کرنے کی تاکید ہے بلکہ واجب حد تک یہ قول منقول ہے۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں علاج کرنا نہ کرنا دونوں یکساں ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جمہور ائمہ کے نزدیک دوا وغیرہ سے پرہیز کرتے ہوئے صرف توکل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ دوا وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے اصحاب کی ایک قلیل سی جماعت نے دوا سے پرہیز کو واجب قرار دیا ہے۔

مولف کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق بیماریاں مختلف ہیں اور بعض امراض کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کا علاج آسان ہے اور علاج نہ کروانے کی صورت میں موت واقع ہو سکتی ہے جیسے کسی شخص کی آنکھ میں کانٹا لگ جائے اور آدھا آنکھ کے اندر ہو اور آدھا باہر اور اس کو آسانی سے نکالا جا سکتا ہے یا اس آدمی کی طرح جس کی نسیں کٹ چکی ہوں اور خون بہہ رہا ہو تو اس کو ٹانکے لگائے جا سکتے ہیں اور ان اعمال سے کامیابی اور شفا کی امید کی جا سکتی ہے۔اس قسم کی صورت حال میں (فاضل مولف) کے نزدیک علاج معالجہ کرنا واجب ہے اور علاج نہ کروانا اپنے آپ کو ہلاکت اور بربادی میں ڈالنے کے مترادف ہے اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے غزوہ احد اور دوسرے تمام غزوات اور جنگوں میں زخموں کا علاج کیا ہے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی خون بہتے ہوئے زخموں کا علاج صرف توکل کرتے ہوئے نہیں چھوڑا، بلکہ علاج کروایا ہے۔مرگی والی عورت کے برعکس کہ جس میں کوئی پختہ ظن نہیں ہو سکتا کہ اس مرگی میں علاج نہ کروانے کی صورت میں شفا ہو سکتی ہے یا موت واقع ہو سکتی ہے۔یعنی مرگی موت کا باعث تو نہیں ہو سکتی البتہ شفا کی امید رکھی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر علاج کے شفا عطا فرمائے۔پس انسان کے لیے یہ مناسب نہیں

ہے کہ وہ کسی دوسرے سے جھاڑ پھونک کی درخواست کرے۔ ایسا کرنے میں شفا کی امید تو رکھی جا سکتی ہے لیکن مریض تو اپنے دنیاوی فائدے کی زیادہ امید رکھتا ہے کہ اس کو شفا مل جائے جس طرح مذکورہ حدیث میں مرگی والی عورت کا ذکر ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی رائے کے مطابق اگر کوئی شخص خود اپنے لیے جھاڑ پھونک کرے یا دوسرے کو جھاڑ پھونک کا کہے تو یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ اس بات کا قطعی ثبوت موجود ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اور ایسا جھاڑ پھونک جو توکل کے منافی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کسی سے جھاڑ پھونک کی درخواست کرے کہ مجھے دم کرو، لیکن اگر کوئی تکلیف کا سن کر خود ہی دم کرنا شروع کر دے تو پھر کوئی حرج نہیں اور نہ توکل کے منافی ہے۔ اس لیے کہ ابھی جو حدیث گزری ہے جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اس میں ہے کہ (ولا یسترقون) یعنی وہ لوگ جو جھاڑ پھونک کرنے کی درخواست نہیں کرتے اور ایک روایت میں جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن منصور سے نقل کی ہے:

((بِاَنَّھُمُ الَّذِیْ لَا یَرْقُوْنَ وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ)) [1]

''کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو نہ خود دم وغیرہ کرتے ہیں اور نہ کسی دوسرے سے دم کرنے کی درخواست کرتے ہیں اور نہ وہ بدشگونی لیتے ہیں، بلکہ اپنے اللہ رب العزت پر ہی توکل کرتے ہیں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اقرار کیا ہے کہ یہ بات غلط ہے اور فرماتے ہیں کہ تحقیق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے ثابت ہے آپ نے فرمایا:

((یَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِیْ الْجَنَّۃَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ، ھُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَکْتَوُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ فَھٰؤُلَاءِ مِنْ اُمَّتِہٖ وَ قَدْ مَدَحَھُمْ بِاَنَّھُمْ لَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلِاسْتِرْقَاءُ أَنْ

[1] شرح نووی: کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب۔

يَطْلُبَ مِنْ غَيْرِهٖ أَنْ يَرْقِيَهُ وَالرُّقْيَةُ مِنْ نَوْعِ الدُّعَاءِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَرْقِيْ نَفْسَهُ وَغَيْرَهُ وَلَا يَطْلُبُ مِنْ أَحَدٍ أَنْ يَرْقِيَهُ))

''کہ میری امت میں سے ستر ہزار اشخاص بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ جھاڑ پھونک کرواتے ہوں گے اور نہ ہی جسم پر (بوجہ زخم) داغ لگوانے والے ہوں گے''

اور نہ ہی بدفالی یا بدشگونی لینے والے بلکہ وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔ تو آپ نے اپنی امت کے ان لوگوں کی مدح کی ہے جو کسی تکلیف پر جھاڑ پھونک کرنے کی درخواست نہیں کرتے ہیں اور استرقاء کا معنی یہ ہے کہ انسان بوجہ تکلیف دوسرے شخص سے دم کرنے کی درخواست کرے اور دم دعا کی ہی قسم ہے۔ رسول مکرم ﷺ اپنے آپ کو خود دم کر لیا کرتے تھے اور دوسرے کو بھی۔ لیکن کسی سے یہ مطالبہ نہیں کرتے تھے کہ ان کو دم کیا جائے اور جس نے اس روایت میں لا یرقون کے الفاظ ذکر کیے ہیں (کہ وہ خود بھی دم وغیرہ نہیں کرتے تو) یہ بات غلط ہے۔ پس اس روایت سے آپ کا اپنی امت لیے دعا کرنے کی حقیقت آشکار ہوتی ہے اور آپ کے دعا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مخلوق اپنے سے ارفع مخلوق سے سوال کر سکتی ہے۔ بلکہ کسی دوسرے سے جھاڑ پھونک کا سوال کرنا اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ اللہ عزوجل سے اس تکلیف سے نجات لیے دعا کی جائے۔'' [1]

((إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ))

''جب تم سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب مدد مانگو تو اسی سے مدد مانگو''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ مذکورہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سوال نہ کرنے کے متعلق جتنی بھی مرویات ہیں ان میں سے سب سے زیادہ صحیح یہی روایت ہے اور مسند احمد میں روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق کے ہاتھ سے اگر چھڑی گر جاتی تو آپ کسی کو یہ نہیں کہتے تھے کہ مجھے پکڑاؤ بلکہ خود اٹھا لیتے اور فرماتے کہ میرے دوست محمد ﷺ نے مجھے حکم کیا تھا کہ میں کسی سے سوال نہ کروں۔ [2]

---

[1] مجموعۃ الفتاویٰ: ۱/ ۳۲۸۔ [2] صحیح مسلم: شرح نووی، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسالۃ للناس جلد (؟) صفحہ ۹، حدیث نمبر ۲۳۴

صحیح مسلم میں عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت سے بیعت لی اوران سے کوایک پوشیدہ بات کی، سرگوشی کی کہ تم کسی سے سوال نہ کرنا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بعض افراد کو دیکھا کہ اگران کے ہاتھ سے بحالت سواری چھڑی گرجاتی تو وہ کسی سے یہ نہیں کہتے تھے کہ مجھے یہ چھڑی پکڑادو۔ ایک اور حدیث جو بخاری ومسلم میں روایت کی گئی ہے کہ وہ ستر ہزار افراد جو میری امت کے بغیر حساب وکتاب جنت میں جائیں گے، وہ ایسے ہوں گے جو نہ جھاڑ پھونک طلب کرنے والے ہوں گے اور نہ جسموں پر داغ لگوانے والے ہوں گے اور نہ ہی بد شگونی لینے والے، بلکہ اپنے مالک پر توکل کرنے والے ہوں گے۔ اس حدیث میں بھی ان کی مدح سرائی اسی وجہ سے کی گئی ہے کہ وہ بحالت مجبوری بھی جھاڑ پھونک نہ کروائیں گے۔ حالانکہ دم وغیرہ یہ دعا کی ہی ایک قسم ہے یعنی کسی سے دم کرنے کی درخواست نہیں کریں گے۔

(یہاں میں وضاحت کرتا چلوں کہ حدیث شریف کے الفاظ (یسترقون) کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی سے دم وغیرہ کی درخواست نہیں کریں گے۔ پس حدیث میں یسترقون کے لفظ ہیں جن کا مطلب دم کرنے کی درخواست کرنا ہوتا ہے اور یرقون کے الفاظ وارد نہیں ہوئے جن کا مطلب خود اپنے آپ کو یا دوسرے کو اس کی خواہش کے بغیر دم کرنا ہوتا ہے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ وہ خود اپنے آپ کو تو دم کرلیں گے یا دوسرے آدمی کو تو بغیر اس کی درخواست کے دم کردیں گے لیکن خود اس چیز کی درخواست نہیں کریں گے توکل کی وجہ سے) مترجم۔

تو شیخ الاسلام کے نزدیک حدیث میں (یسترقون) کے الفاظ ہیں اور جو یرقون کے الفاظ ہیں وہ غلط ہیں۔ کیونکہ ان ستر ہزار افراد کا اپنے آپ کو دم کرنا یا دوسرے کو بغیر اس کے طلب کیے تو یہ فعل مستحسن ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے آپ کو اور دوسروں کو دم کیا کرتے تھے لیکن کسی دوسرے کو نہیں کہتے تھے کہ مجھے دم کرو! اس لیے کہ آپ کا اپنے آپ کو یا دوسرے کو دم کرنا دعا کی طرح تھا جو اپنے لیے بھی مانگی جاسکتی ہے اور دوسرے کے لیے بھی اور اس چیز کا حکم بھی دیا گیا ہے اور انبیا علیہم الصلاۃ والتسلیم تمام کے تمام اللہ تعالیٰ سے سوال

بھی کیا کرتے تھے اور دعا بھی، جس طرح اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام ان کے علاوہ دوسرے انبیاء صلوات اللہ علیہم کے قصوں میں ذکر کیا ہے۔ (1)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں، شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ نے اس روایت کا انکار کیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ یہ غلطی راوی کی طرف سے ہے یعنی (یرقون والے الفاظ کی) تو جس نے ابن تیمیہ کی اس تضعیف پر تعاقب کیا ہے اس نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ دم کرنے والا دم کروانے والے کے ساتھ نیکی کر رہا ہے تو نیکی کو ترک کرنے کا تقاضا کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اور اسی طرح جبریل علیہ السلام نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کیا ہے اور اس کی اجازت بھی دی ہے اور فرمایا ہے (مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ) (2) کہ تم میں سے جو بھی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے وہ ضرور ایسا کرے۔ نفع پہنچانا تو مطلوب ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جو دم کروانے کی طلب رکھتا ہے وہ گویا دوسرے سے سوال کرتا ہے اور اس سے فائدے کی امید رکھتا ہے اور یہ کامل توکل کے خلاف ہے اور کہتے ہیں کہ ستر ہزار کا تو وصف اور خوبی ہی اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کرنا ہے اور وہ دوسروں سے بھی سوال نہیں کرتے کہ ان کو دم کیا جائے اور نہ ہی جسم پر داغ لگواتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ روایت کے الفاظ کو ضعیف قرار دینے کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور سعید بن منصور تو حافظ تھے۔ بخاری اور مسلم نے ان پر اعتماد کیا ہے اور مسلم نے تو ان کی اس روایت پر بھی اعتماد کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ راوی کی غلطی کی اگر تصحیح کا امکان موجود ہو تو وہ زیادتی راوی کی طرف منسوب نہیں کی جائے گی اور وہ معنی جس کو شیخ الاسلام نے غلطی پر محمول کیا ہے۔ یہ یسترقی (دم کروانے والے) میں بھی موجود ہے اور علت یہ ہے کہ وہ شخص جو دوسرے سے دم کرنے کی درخواست نہیں کرتا اس کا توکل اور یقین کامل ہے۔ (3)

اور اسی طرح شیخ الاسلام کو یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ جو دوسرے کو تو دم کر دیتا ہے اور اس کو اپنے لیے نامناسب خیال کرتا ہے تاکہ توکل کامل رہے، اور جو جبریل علیہ السلام نے

---

(1) مجموعہ فتاویٰ ۱/۱۸۲۔ (2) صحیح مسلم شرح نووی: کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ والعین، جلد ۱۴، ص ۱۵۶، حدیث نمبر ۲۱۹۹ (3) مجموعہ فتاویٰ ۱/۱۸۲۔

رسول اللہ ﷺ کو دم کیا ہے اور خود رسول اکرم ﷺ نے بھی دم کیا ہے اس میں جھاڑ پھونک پر عدم توکل کا دعویٰ کرنے والے کی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ احکام کی وضاحت وتشریح کا مقام ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے ان کے قائل کی تعیین نہیں ہوتی کہ یہ کس کا قول ہے اور پڑھنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ یہ صاحب قول کا مذہب ہے۔ ابن تیمیہ کے قول سے ان کا نظریہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک انسان کا دوسرے سے دم کرنے کی استدعا کرنا کمال توکل کے منافی ہے اور رہا حافظ ابن حجر کا قول اور بعض دوسرے علما کے اقوال جو پہلے گزر چکے ہیں تو ان اصحاب کی رائے کے مطابق جھاڑ پھونک کی درخواست کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہیں اور کمال توکل تو دم وغیرہ کو مطلق چھوڑنے سے ہی حاصل ہوگا۔ باقی رہا جبریل علیہ السلام کا رسول اللہ کو دم کرنا اور آپ کا دوسرے لوگوں کو دم کرنا تو یہ ان دونوں شخصیتوں کے توکل کے منافی نہیں۔ اس لیے کہ ان کا فعل شرعی حکم کی وضاحت اور جواز کے لیے تھا۔

شیخ الاسلام نے جو سعید بن منصور سے مسلم کی روایت کے الفاظ کو ضعیف کہا ہے۔ ان کی اس رائے کی شیخ محمد بن عبدالوہاب نے تائید کی ہے اور فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے ابن تیمیہ پر الفاظ کی زیادتی کے متعلق جو اعتراض کیا ہے وہ تین وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

اوّل

مذکورہ حدیث میں جو زیادتی ہے اس کی تصحیح تب ہی ممکن ہے اگر اس کو ان وجوہات کی طرف محمول کیا جائے جن کی طرف اس زیادتی کو محمول کرنا ٹھیک نہیں، جیسے بعض نے اس زیادتی سے مراد لیا ہے کہ وہ ستر ہزار افراد ایسا دم نہیں کرتے جو شرکیہ ہو، اس طرح سے ان ستر ہزار افراد کی دوسروں پر فوقیت باقی نہیں رہتی۔ بے شک مومن ایسا دم نہیں کرتے جو شرک پر مبنی ہو۔

دوم

دوسری وجہ یہ ہے کہ گزشتہ سطور میں ابن تیمیہ کی رائے کا جو جواب دیا گیا ہے کہ دوسروں کو دم کرنے والا اپنے لیے دم کو مناسب نہ سمجھتا ہو (کمال توکل کی وجہ سے) اور یہ

قیاس ہے جو ٹھیک نہیں ہے بلکہ بہت برا قیاس ہے اس لیے کہ دم جھاڑ طلب کرنے والے کو نہ طلب کرنے والے پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ یعنی دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں، ایک توکل کر کے دم سے اجتناب کر رہا ہے دوسرا دم کی طلب میں مبتلا ہے تو دونوں یکساں نہیں ہو سکتے اور یہ ایسا قیاس ہے کہ دونوں کے دم کے درمیان شرعی نص فرق کر رہی ہے۔ جس وجہ سے اس قیاس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ کیونکہ شریعت نے دم طلب کرنے والے اور نہ کرنے والے کے درمیان جو فرق کیا ہے وہ دونوں کے لیے یکساں ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

((مَنِ اكْتَوَى أَوِاسْتَرْقَى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ)) [1]

''جس نے جسم پر داغ لگوایا یا دم کروایا پس وہ متوکل نہ ٹھہرا''۔

اب مخلوق خدا کے ساتھ احسان اور نیکی چھوڑ دینا جنت میں جانے کا باعث کیسے بن سکتا ہے! برخلاف دم کرنے اور بغیر طلب کے کروانے والے کے یعنی اگر کوئی دم کی تمنا نہ کرے اور دوسرا شخص اس کی تکلیف کو دیکھ کر خود ہی دم کر دے تو یہ نیکی اور احسان ہے اور توکل کے متضاد بھی نہیں، پس جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کیا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے نہیں تھے۔

سوم

تیسرا اس وجہ سے بھی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض غلط ہے کہ جس نے جبریل علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دم کی وجہ سے عدم توکل کا دعویٰ کیا ہے اس کی بات ٹھیک نہیں۔ اس لیے کہ دونوں ہستیاں ایسی ہیں جو توکل کرنے والوں کی سردار ہیں۔ تو جب ان سے دم وقوع پذیر ہو رہا ہے تو یہ توکل کے منافی کیسے ہو سکتا ہے۔ [2]

مصنف حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ سعید بن منصور والی روایت کو شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ سند اور متن کے لحاظ

---

[1] سنن ابن ماجہ: کتاب الطب، باب الکي، حدیث نمبر ۳۴۸۹، شیخ البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

[2] تیسر العزیز الحمید ص ۸۵۔

سے یہ روایت شاذ ہے۔ [1]

راجح قول

ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی کہتے ہیں کہ میری رائے کے مطابق راجح قول وہی ہے جس کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جھاڑ پھونک کے ساتھ علاج معالجہ کرنا توکل علی اللہ کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے آپ کو اور دوسروں کو کئی مرتبہ دم کیا ہے اور اسی طرح جبریل اور کبار صحابہ کرام نے بھی دم کیا ہے اور ان نفوس قدسیہ کا فعل صرف رخصت پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ جو دوسرے کو بغیر اس کی خواہش کے دم کرے۔ جس طرح جبریل علیہ السلام نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہے اور آپ نے خود کو کیا ہے۔ لہٰذا ان سے توکل علی اللہ پر نقص لازم نہیں آتا۔

برعکس اس شخص کے جو دوسرے سے دم کرنے کی خواہش کرے، یعنی اس طرح خواہش کرنے سے توکل ختم ہو جاتا ہے، اس لیے مریض کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ کسی سے جھاڑ پھونک کی درخواست نہ کرے اور نہ اپنی حاجت اور ضرورت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے سے بیان کرے۔

اسی پر اس حدیث کو محمول کیا جائے گا جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں عطا بن ابی رباح سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کیا میں تجھے ایسی عورت نہ دکھاؤں جو اہل جنت میں سے ہے! میں نے کہا کیوں نہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ وہ جنتی عورت حضرت سودا رضی اللہ عنہا ہیں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہنے لگیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے مرگی کی شکایت ہے اور اس وجہ سے میں ننگی ہو جاتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے شفا عطا فرما دے، تو رحمت کائنات فرماتے ہیں اگر تم صبر کرلو تو تمہارے لیے جنت لکھ دی جائے گی اور اگر تم چاہو تو میں دعا کر دیتا ہوں۔ اللہ تمہیں شفا عطا فرمائیں گے۔ تو وہ کہتی ہیں کہ میں صبر کرتی ہوں۔ لیکن میں جو ننگی ہو جاتی ہوں

---

[1] ریاض الصالحین، حدیث نمبر ۲۴۴۔

اس کے لیے دعا فرمائیں کہ میں ننگی ہونے سے بچ جاؤں۔ تو نبی رحمت نے دعا کر دی۔ ❶

حافظ ابن حجر اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس جیسی اور حدیث ہے جس کو بزار رضی اللہ عنہ اور ابن حبان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک عورت جس کو دیوانے پن کی ہلکی سی تکلیف تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا کریں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں دعا کر دیتا ہوں اللہ تعالیٰ شفا دے دیں گے اور اگر تم صبر کرو تو قیامت کے دن تم سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں صبر کرتی ہوں تا کہ مجھ سے حساب نہ ہو۔ ❷

یہ حدیث اس ستر ہزار اشخاص والی حدیث کے موافق ہے جو ابھی گزری ہے اور اس میں دم نہ کروانے کا ذکر ہے۔ پس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل چیز کی طرف رہنمائی کی ہے اور وہ جھاڑ پھونک کی طلب سے باز رہنا ہے تا کہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوا جا سکے اور شاید رسول مکرم نے اس عورت کی قوت صبر کا اس کی حالت سے اندازہ لگا لیا ہوگا، ورنہ آپ ہر دم کروانے کی خواہش رکھنے والے کو یہ بات نہیں کہتے ہوں گے اور اس بات کو اس وجہ سے رد نہیں کیا جا سکتا کہ اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عریانی سے بچنے کے لیے تو دعا کی درخواست کی تھی۔ اس لیے کہ یہ دم کے بارہ میں درخواست نہیں تھی جو توکل کے منافی ہے بلکہ وہ تو پردے اور شرمگاہ کی حفاظت سے متعلق دعا کی درخواست تھی تا کہ وہ لوگوں کے سامنے بے لباس ہونے سے بچ جائے۔ پس اس دعا کا فائدہ اس کی ذات کے لیے نہیں بلکہ اس کے دین کے لیے تھا۔ سودا رضی اللہ عنہا کسی کے لئے فتنہ نہیں بننا چاہتی تھی۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کتنی سمجھ دار خاتون تھیں کہ انہوں نے صبر اور پردے کو پسند کیا۔

جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک لونڈی کو دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد ہو چکا تھا تو آپ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اُس کو دم کراؤ کیونکہ اس کو نظر لگ چکی ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیا کرتے تھے کہ میں

---

❶ صحیح بخاری: کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الریح، جلد ۱۰ ص ۹۹۔

❷ مسند احمد ص ۴/۴۳۶۔ ابو داؤد حدیث نمبر ۳۸۸۴۔

نظر بد کا دم کیا کروں [1] اب آپ کے ان مذکورہ اقوال کو دم کے عدم جواز کی طرف نہیں پھیرا جا سکتا، ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ قول خاص ہو عام اقوال میں سے۔ اس لیے کہ آپ نے فرمایا ہے:

((لَا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ اَوْ حُمَّةٍ)) [2]

"نہیں ہے کوئی دم مگر نظر اور زہریلی چیز کے ڈسنے سے"

یعنی ان دونوں میں دم کا فائدہ ہے۔ پس اللہ کی مرضی سے ہی جھاڑ پھونک فائدہ دے سکتا ہے۔ نظر بد سے اور زہریلی چیز سے بچاؤ کے لیے، اور اس وجہ سے رسول ﷺ نے دم کروانے کے لیے اجازت دی ہے اور یہ کمال توکل کے خلاف نہیں ہے۔ اسی مذکورہ طریقے سے ہی تمام دلائل کے درمیان تطبیق ہوسکتی ہے اور ان کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ اور ہر حدیث اپنے ٹھیک معنی پر ہی محمول کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ماحاصل

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جھاڑ پھونک سے علاج معالجہ کرنا جو قرآن وحدیث میں سے ہو تو توکل علی اللہ کے منافی نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے دم وغیرہ کو اپنے نبی مکرم کی زبانی مکروہ اور تکلیف دہ چیزوں سے بچاؤ کا سبب بنایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا دم کرنے والا فعل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا اقرار تواتر سے ثابت ہے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے اور آئندہ بحث میں اور بھی دلائل آئیں گے اور اسباب کو اختیار کرنا جن نصوص قرآنیہ کو اللہ تعالیٰ نے شفا کا ذریعہ بنایا ہے یہ توکل پر اثر انداز نہیں ہوتیں اگر اعتماد اور یقین اللہ تعالیٰ پر ہو نہ کہ اسباب پر۔ جس طرح رسول ﷺ سے روایت ہے، بے شک آپ نے اس شخص کو جس نے آپ سے پوچھا تھا کہ میں اپنی سواری کو باندھ کر اللہ تعالیٰ پر توکل کروں یا اس کو ایسے ہی چھوڑ کر توکل کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے اپنی سواری کو باندھ پھر اللہ پر توکل کر۔

---

[1] صحیح مسلم: شرح نووی، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ، جلد ۱۴ ص ۱۵۵۔

[2] سنن أبی داوٗد: کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم، جلد نمبر ۳ ص ۱۹۵۔ سنن ابن ماجہ: کتاب الطب، باب مارخص فیہ من الرقاء، جلد نمبر ۳ ص ۱۱۴۔

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کی اس باب کے ضوابط مشروع اور غیر مشروع ہونے کے متعلق بڑی عمدہ اور نفیس گفتگو ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر وہ سبب جس کی اللہ رب العالمین نے اجازت نہیں دی وہ غلط اور نقصان دہ ہے اس کے لیے جو اس کو اپناتا ہے پس اس کو اختیار نہ کیا جائے اور جب مومن کے لیے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور ہر چیز کا رب مالک و خالق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب کا انکار نہ کرے، جیسے اللہ نے بارش کو کھیتی پیدا کرنے کا سبب بنایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

((وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَابِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ)) [۲/البقرۃ:۱۶۴]

کہ اس ذات نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ساتھ زمین کو زندگی دی اس کے مردہ ہونے کے بعد اور اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو سبب بنایا ان چیزوں کا جو ان سے پیدا ہوئیں اور دعا کو دعا کرنے والے کے حق میں یا اس کے خلاف سبب بنایا اور دوا وغیرہ کو تکلیف ختم کرنے کا سبب بنایا اور نبی ﷺ نے اس چیز کے بارے میں متنبہ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

((لَمْ يَنْزِلِ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً)) [1]

''کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی شفا بھی نازل فرمائی ہے''

یہ الگ بات ہے کہ کوئی اس دوا کو حاصل کر لیتا ہے اور کوئی اس سے بے خبر ہی رہتا ہے۔

امام احمد نے اپنی مسند احمد میں اسامہ بن شریک کی رسول اللہ ﷺ سے روایت ذکر کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَهُ دَوَاءً اَوْشِفَاءً اِلَّا دَاءً وَّاحِدًا

[1] صحیح بخاری: کتاب الطب، باب ما أنزل اللہ داءً، إلا أنزل لہ شفاء، جلد ۱۰ص ۱۶۷۔ وسنن ابن ماجہ: کتاب الطب، باب ما أنزل اللہ داء إلا أنزل لہ شفاء، جلد ۳ص ۹۴۔

قَالُوْ ا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَاهُوَ قَالَ الْهَرَمَ)) [1]

''کہ اللہ نے ہر بیماری کی دوا بھی پیدا کی ہے۔ سوائے ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔ یہ عام دل، روح اور جسمانی بیماری کے لیے ہے اور ان کی ادویات بھی پیدا فرمائی ہیں''

نیز رسول خدا ﷺ نے ان لوگوں کے لیے صدقہ کے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب تجویز کیا تھا جن کو خارش تھی اور مکہ کی آب و ہوا ناموافق آنے کی وجہ سے ان کے پیٹ میں تکلیف کی شکایت پیدا ہو گئی تھی [2] اور آپ نے جہالت کو بیماری قرار دیا ہے اور اس بیماری کا علاج علمائے کرام سے سوال قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس صحابی کے بارے میں فرمایا تھا جن کا سر زخمی ہو گیا تھا اور غسل کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو گئی تھی کہ اس کو ان لوگوں نے قتل کیا ہے (جنہوں نے تیمّم کرنے سے منع کیا تھا اور وہ صحابی جنبی تھے۔ لہٰذا غسل جنابت کیا اور اس وجہ سے زخم خراب ہو گیا اور وہ خالق حقیقی سے جا ملے) کہ اللہ ان کو قتل کرے جب وہ جانتے نہیں تھے تو مسئلہ پوچھ لیتے۔ پس بے شک جہالت اور ناواقفیت کا علاج سوال ہے۔ [3]

جس طرح بیماری کا وجود تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ لہٰذا جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو سوال کر لینا اور پوچھ لینا اس کا بہترین حل ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح مسلم میں سہل بن حنیف سے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے روایت کی ہے۔ بے شک آپ نے فرمایا کہ نظر بد کا لگ جانا حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جا سکتی تو وہ نظر ہوتی۔ اس لیے جس کو نظر لگ جائے اس کو تم اس پانی سے غسل کرواؤ جس پانی سے نظر لگانے والے نے غسل کیا ہو۔ [4]

اس طرح جادو ہے جس کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

---

[1] مسند احمد: حدیث اسامۃ بن شریک جلد۴ ص ۲۷۸، طبع المکتب الاسلامی بیروت ذکر مثلہ۔

[2] سنن ابن ماجہ: کتاب الطب، باب أبواب الإبل، جلد۳ ص ۱۱۲۔

[3] سنن ابن ماجہ: کتاب التیمم، باب فی الجروح یصیبہ الجنابۃ فیخاف علی نفسہ ان اغتسل جلد۱ ص ۲۵۷۔

[4] صحیح مسلم: شرح النووی، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، جلد۱۴ ص ۱۴۰۔

﴿ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ﴾ [۲/البقرۃ:۱۰۲]

''اور لوگ ان فرشتوں سے جادو سیکھا کرتے تھے جن سے میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی جاتی ہے''

اب وہ جادو دل کو تکلیف دینے کا ایک سبب تھا جس وجہ سے زوجین کے درمیان کینہ وبغض اور جدائی پڑ جاتی اور اس طرح آگ جلانے کا ذریعہ اور سبب ہے اور چھری کاٹنے کا ذریعہ ہے اور رسی کنویں سے پانی نکالنے کا سبب ہے اور کھانا بھوک ختم کرنے کا سبب ہے اور پانی پیاس مٹانے کا سبب ہے۔ علم سیکھنے میں محنت واجتہاد کرنا فہم وفراست کا سبب ہے، مال کے ساتھ تجارت کرنا فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور اللہ کی اطاعت رضا ورحمت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور اس کی معصیت اور نافرمانی اس کے انتقام اور ناراضگی کا سبب ہے۔ وہ اسباب جو نصوص صحیحہ سے ثابت ہیں ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن توکل ان پر نہیں بلکہ اللہ پر کرنا ہوگا۔ نیز ان اسباب کا انکار کرنا دیوانہ پن ہے اور اگر اللہ پر توکل نہ ہو اسباب پر توکل ہو تو یہ دین میں شرک ہے۔ غرضیکہ اسباب کا انکار کرنا یا اسباب پر توکل کرنا یہ شرع کو مسخ کرنا ہے اس لیے اسباب کا انکار نہیں کرنا چاہیے اور توکل صرف اللہ پر ہونا چاہیے نہ کہ اسباب پر۔

اور کبھی وہ مسبب الاسباب سبب اختیار کرنے والے کو چھوڑ بھی دیتا ہے یعنی اس کو سبب اختیار کرنے سے فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ تکلیف میں مبتلا کرنے والا، نفع دینے والا، عطا کرنے والا اور روک لینے والا وہ وحدہ لاشریک ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [۲/البقرۃ:۱۰۲]

''یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر وہ کسی کو بھی تکلیف نہیں دے سکتے''۔

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ﴾ [۸/الانفال:۱۷]

''کہ تو نے ان کفار کی طرف ریت نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی ہے''

اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آگ کو ہٹایا جب آپ کو اس

میں ڈالا گیا، جب ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے بیٹے کے حلقوم پر چھری چلاؤ تو اسماعیل علیہ السلام کو اس سے بچایا، تو اسباب اختیار کرنے سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ متوکل انسان چور کے لیے دروازہ نہیں کھولتا کہ چوری کر لے اور نہ وہ انسان توکل کرنے والا ہوسکتا ہے جو یہ کہے کہ میں کھانے پینے سے مستغنی ہوں، مجھے حاجت نہیں۔

شیخ سلیمان بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ زیادہ قریبی اور افضل وہ تھا جس نے پوچھا تھا کہ میں اونٹنی کو باندھوں یا توکل کروں یا ویسے ہی چھوڑ دوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس کو باندھ اور پھر توکل کر اور سب سے افضل ترین توکل کرنے والے اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں جو اسباب پر زیادہ حریص ہوں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے چراغ اور دیئے بوقت نوم بجھا دینے کا حکم دیا ہے [1] اور دروازے بھی بند کرنے کا حکم دیا ہے اور بستر جھاڑنے، کپڑے لپیٹ کر رکھنے اور بچوں کو رات کے پہلے پہر شیاطین سے حفاظت کا حکم دیا۔ جو رات کے اوائل میں گھومتے اور پھیل جاتے ہیں۔ ان اشیاء کو باغی لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں شمار نہیں کرتے، جبکہ ان چیزوں کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں اس لیئے کہ انسان جب تمام مخلوق سے منقطع ہو کر اپنے تمام کاموں کو ایک سچے اور وحدہ لاشریک بادشاہ اور مالک کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس وقت تین چیزوں کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

(ا) ان اسباب کو لیتے ہوئے اپنی منشا اور مقصود کو کمتر نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ان پر بھروسہ کئے بغیر ان کو اختیار کرنا چاہیے اور بھروسہ وتوکل اسی ذات پر رکھنا ہوگا اس کے ساتھ ساتھ ان اسباب کو لینے میں کچھ موانع بھی ہیں۔ اب اگر اللہ تعالیٰ اسباب کو بیان نہ کرتا اور ان سے تکلیف دہ چیز کو دور نہ کرتا تو مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوتے اور وہ پاک ہے جو اس نے چاہا ہو گیا اگر وہ نہ چاہتا تو مخلوق کو پیدا ہی نہ فرماتا اور جو چیز اس نے نہیں چاہی وہ پیدا ہی نہیں کی اگرچہ مخلوق اس چیز کو چاہتی ہو۔

(ب) بغیر علم کے کسی چیز کو سبب بنالینا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے۔ یعنی جو چیز (تکلیف کو رفع کرنے کا) سبب نہ بن سکتی ہو بوجہ جہالت اس کو سبب نہیں بنایا جا سکتا، پس جو شخص بغیر علم

[1] سنن ابن ماجہ: أبواب الآداب والاخلاق، باب إطفاء النار عنہ المبیت جلد۳ ص۱۸۹۔

کے کسی چیز کو تکلیف سے نجات کا سبب ثابت کرے یا اس غیر مشروع سبب سے شریعت کی مخالفت ہوتی ہو تو اس کا اثبات غلط ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا گنہگار ہے۔

(ج) اعمال دینیہ میں سے کسی چیز کو سبب بنانا تب ہی جائز ہے اگر وہ شرع کی نظر میں جائز ہو یا مستحب ہو یا اس کی اجازت مل رہی ہو کیونکہ عبادات توفیقیہ ہوتی ہیں۔ یعنی ان میں کمی بیشی ممکن نہیں ہوتی۔

لہٰذا کسی انسان کو یہ لائق اور جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرے جس کے بارہ میں کوئی دلیل نہیں اتاری گئی اور نہ اللہ رب العالمین کے متعلق کوئی بات بغیر علم کے کہے۔ غیر اللہ اس چیز کا دعویٰ کرتے ہیں جس کی وہ طاقت اور قدرت نہیں رکھتے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے سوا اگر کوئی انسان یہ گمان رکھے تو اس کی غرض کے حصول کی لیے ایسا اعتقاد رکھنا سبب ہوگا کہ جس کو وہ پکار رہا ہے وہ اس کی دعا اور پکار میں مدد کر سکتا ہے اور یہ ویسا ہی اعتقاد ہے جو پہلے لوگ اپنے معبودوں کے متعلق رکھا کرتے تھے کہ وہ ان کی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اس طریقے سے عبادت کرنا جس سے شریعت کی مخالفت ہوتی ہو یہ بھی ناجائز ہے اور یہ گمان اس کے عقیدے کے مطابق دنیاوی غرض یا آخرت کے ثواب کا سبب ہوگا جو کہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ شریعت کی مخالفت اور بدعت سے کوئی بھی عمل باعث ثواب نہیں ہو سکتا۔

شیاطین انسان کے بعض غلط اور فاسد مقاصد میں اس کی مدد کرتے ہیں اگر ان مقاصد سے بنسبت فائدے اور اصلاح کے فساد و نقصان زیادہ ہو اور رسول اللہ ﷺ تو مبعوث کیے گئے ہیں اصلاح کی تحصیل و تکمیل کے لیے اور فساد کو ختم کرنے کے لیے، پس اللہ تعالیٰ نے جو بھی حکم فرمایا ہے اس کی مصلحت زیادہ ہونے کی وجہ سے اور جس سے روکا ہے تو اس کا فسق و فساد زیادہ ہونے کی وجہ سے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُوْرًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّوْرٍ ﴾ [۲۴/النور:۴۰]

''جس کو اللہ تعالیٰ روشنی عطا نہ فرمائے اس کو کوئی بھی روشنی دینے والا نہیں''۔

انہیں شیطانی کاموں میں سے حرام، جھوٹے اور مذاق پر مبنی اُقوال ہیں۔ جن کے توسط سے دنیا کی منفعت کا حصول ممکن ہو، یا ان کے ذریعے سے یعنی حرام اقوال اختیار کرنے کی وجہ سے، دنیا کے بادشاہوں کا قرب مقصود ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهٖ﴾[۲۲/الحج:۳۰،۳۱]

"کہ جھوٹی باتوں سے بچو اور موحد بن جاؤ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو"

لہٰذا ہر شرک جھوٹ تو ہو سکتا ہے لیکن ہر جھوٹ شرک نہیں ہو سکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوٓا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾[۱۱/ھود:۱۱۳]

"ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جو ظلم کرتے ہیں ایسا کرنے سے تمہیں آگ چھوئے گی"

ان شیطانی کاموں میں سے ایک چیز حرام چیزوں سے علاج کروانا ہے، اللہ تعالیٰ نے حرام چیز میں شفا نہیں پیدا کی بلکہ حرام چیزوں سے اللہ نے شفا نکال لی ہے۔ ان میں کمزوری پیدا کر دی ہے۔ اور بدعت وہ چیز ہے جس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ بدعت شرک کی ایک واضح قسم ہے۔ جس طرح قبروں کی مٹی بطور ادویات استعمال کرنا حرام ہے اور ایسی چیزیں بطور ادویات اس لیے بھی استعمال نہیں کرنی چاہیں کہ اس سے عقیدہ بھی خراب ہو جاتا ہے اور دین میں بھی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اور قبروں کی مٹی کو دوا کے طور پر استعمال کرنے سے ان مشرک لوگوں سے بہت زیادہ مشابہت پیدا ہوتی ہے جس طرح وہ اپنے معبودوں کی قبروں سے مٹی بطور شفا لیتے تھے اور ہر خاص و عام مقبرہ پر جمع ہو کر ان بتوں کی تعظیم بھی کرتے تھے اور ان کو چھو کر برکت حاصل کرتے تھے۔ ان کاموں میں سے میری مراد بعض بے وقوف جاہل اور گمراہ قسم کے لوگوں کے کام ہیں جو اپنی دعاؤں میں نیک اور برگزیدہ لوگوں کو پکارتے ہیں اور مشکل وقت میں اصحاب کہف وغیرہ کا نام لے کر انکو پکارتے ہیں، مجہول اور غیر فہم قسم کی دعائیں کرتے ہیں اور یہ خیال رکھتے ہیں کہ یہ بڑی عظمت والے نام اور قبول ہونے والی دعائیں ہیں اور یہ توراۃ اور انجیل میں سے ہیں، یہ ساری چیزیں شیطانی ہیں اور ان لوگوں کے وسواس ہیں جو شیطان کے ہاں پسندیدہ ہیں۔

اے ملت اسلامیہ! ہم اپنی شریعت میں ان (مذکورہ قسم) کی دعاؤں کو صبح اور شام پڑھنے کے پابند نہیں ہیں اور نہ علماء ادباء نے ہی ایسی چیزیں بتائیں ہیں، بلکہ بے وقوف اور پاگل لوگ جو قصے بیان کرتے ہیں انہوں نے لوگوں کو تکلیف دینے اور دنیاوی مال ومتاع کے حصول کے لیے ان کاموں کو بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص والا معاملہ اختیار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ [۷/الاعراف:۱۸۰]

''اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں، اس کو ان ناموں کے ساتھ پکارو''۔

رہے وہ اسماء جن سے روکا گیا ہے، شیطان ان کی تاثیر تو ظاہر کر دیتا ہے لیکن عیوب چھپا لیتا ہے، اور ان میں ظاہری طور پر فائدہ ہوتا ہے۔ حقیقت میں حسرت ہوتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات ان اسماء کو پڑھنے اور ادا کرنے والا عربی سے ناواقفیت کی بنا پر کفر کر بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتَابِ مِنْ شَیْءٍ﴾ [۶/الانعام:۳۸]

''ہم نے لکھے ہوئے میں کچھ کمی نہیں کی''۔

ہر وہ واسطہ اور وسیلہ جس کو اختیار کرنے سے شرع نے منع کیا ہے۔ اس کو نفع کے حصول کے لیے اور تکلیف سے بچاؤ کے لیے اپنانا جائز نہیں ہے۔

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ﴾ [۱۰/یونس:۱۰۶]

''جو تم کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے ان کو اللہ کے علاوہ نہ پکارو''۔

﴿ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ﴾ [۱۰/یونس:۱۰۷]

''اے نبی! اگر اللہ تمہیں نقصان پہنچائے تو سوائے اس کے کوئی دور کرنے والا نہیں''۔

وقال:

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ [۷۲/الجن:۱۸]

''پس تم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو''۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ جب اپنے کلیسا اور معبد خانوں میں داخل ہوتے تو اللہ جل شانہٗ کے ساتھ شرک کرتے، تو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ جب اپنی مساجد میں داخل ہوں تو صرف اللہ کو پکاریں۔ خاص اسی کو یاد کریں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مساجد ایسی جگہیں ہیں جہاں سجدے کیے جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی مخلوق ہیں ان کے اندر تم سوائے اللہ کے کسی اور کو سجدہ نہ کرو۔ ہر اس کام میں جو خیر کا ہو بھلائی کے ارادے کے لیے یا نقصان دہ ہو، یعنی اس کام سے چاہے بھلائی اور نیکی مقصود ہو۔ یا وہ نقصان دینے والا ہو، اس طرح کے کاموں کے لیے مساجد میں غیر اللہ کو سجدہ نہ کرو۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَاهُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلَالٍ﴾ [۱۳/الرعد:۱۶]

''پکار کا حق اسی کے لیے ہے اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کا کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے۔ مگر اس شخص کی طرح جو پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر (پانی کا حصول چاہتا ہے) تا کہ اس کے منہ تک پہنچ جائے اور وہ پانی (اس طرح اس کے منہ تک) پہنچنے والا نہیں ہے اور کفار کی دعا تو سراسر گمراہی ہے۔''

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں ﴿مَنْ ذَالَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [البقرۃ:۲۵۵] ''کون ہے جو اس کے پاس سفارش کرے مگر اس کے حکم سے''۔ یعنی بغیر اس کی مرضی کے کوئی بھی سفارش نہیں کر سکتا ہے۔

پس یہ ایسے اسباب ہیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہیں، ان کو کسی چیز کے حصول یا بچاؤ کے لیے وسیلہ اور واسطہ بنایا جاتا ہے۔ اس حصول یا بچاؤ پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی قادر نہیں، مگر وہ اسباب جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ مثلاً توحید اور نماز جو خشوع

اور حضور قلب سے ہو۔ عاجزی وانکساری اور وہ دعا اور استغفار جو گناہ سے تائب اور اس پر نادم ہو کر اس عزم سے کیا جائے کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا۔

اور پھر اعمالِ صالحہ جیسے صدقہ، صلہ رحمی، اللہ تعالیٰ کی اطاعت، فرمانبرداری اور تقویٰ ہے۔ یہ اسباب خیر حاصل کرنے کے لیے اور شر سے بچنے کے لیے اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ جس طرح کہ قرآن وسنت میں ان کی صراحت موجود ہے۔



فصل دوم

جھاڑ پھونک کا جواز اور اس کی اقسام

جھاڑ پھونک میں اگر بعض شرطیں پائی جائیں تو بالا جماع یہ صحیح اور جائز ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ اگر جھاڑ پھونک میں مندرجہ ذیل تین شرطیں پائی جائیں تو یہ جائز اور مشروع ہے۔

(ا) وہ جھاڑ پھونک اللہ تعالیٰ کی کلام مبارک سے اور اس کے اسماء گرامی اور صفات عالیہ سے ہو۔

(ب) عربی زبان میں ہو یا پھر اس کا معنی سمجھ میں آنے والا ہو۔

(ج) دم کرنے اور کروانے والا یہ عقیدہ رکھے کہ دم فائدہ دینے والا نہیں بلکہ اللہ کی ذات فائدہ دینے والی ہے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق دم کے جواز پر علماء کا اجماع امام بخاری کی صحیح بخاری میں باب (مَنْ لَمْ یَرْقِ) کے خلاف نہیں۔ یعنی باب من لم یرق (جو دم نہیں کرتے) اس کے خلاف نہیں۔ امام بخاری اس باب کے تحت وہ حدیث لاتے ہیں جس میں ہے کہ ستر ہزار افراد بغیر حساب جنت میں جائیں گے یہ وہ ہوں گے جو نہ جھاڑ پھونک کرتے ہوں گے اور نہ براشگون لیتے ہوں گے اور نہ ہی جسموں پر داغ لگواتے ہوں گے بلکہ اپنے رب تعالیٰ پر توکل کرنے والے ہوں گے۔ [1]

علماء کا اجماع دم سے اجتناب کرنے والوں کے خلاف نہیں ہے اس لیے کہ کسی سے دم کی خواہش اور چیز ہے اور اپنے آپ کو دم کرنا اور چیز ہے اور استرقاء اور چیز اور حدیث میں لا یرقون کے الفاظ شاذ ہیں۔

جس طرح میں نے پہلی فصل میں اہل علم کے اقوال ذکر کیے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے اقوال بھی جو جھاڑ پھونک کو باوجود جائز ہونے کے ناپسند تو سمجھتے ہیں مگر حرام نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ علماء کا اجماع ہر اعتراض سے سالم ہے۔ واللہ اعلم۔

[1] فتح الباری: ۱۰/۱۷۹۔ حوالہ گزر چکا ہے۔

جھاڑ پھونک کے جائز ہونے پر کثیر تعداد میں احادیث دلالت کرتی ہیں، رسول خدا ﷺ نے خود اپنے آپ کو دم کیا ہے۔ جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ سے ثابت کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول ﷺ جب بستر پر آتے تو قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھ کر اپنے ہاتھ پر پھونکتے اور پھر جہاں تک ممکن ہوتا اپنے چہرے اور اپنے جسم پر ہاتھ پھیر لیتے۔ [1]

اس طرح رسول ﷺ نے دوسروں کو دم کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک لونڈی کو دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد ہو چکا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو دم کراؤ کیونکہ اس کو نظر بد لگ گئی ہے [2] اور فعلی طور پر آپ کے کرنے کی دلیل بھی ہے جس کو امام بخاری نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ ان میں سے بعض کے لیے دعا کرتے تھے اپنے دائیں ہاتھ کو پھیرتے جاتے (تکلیف دہ جگہ پر) اور یہ دعا پڑھتے جاتے:

﴿أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيُ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا﴾ [3]

رسول اللہ ﷺ سے دوسرے کو دم کرنے کا ثبوت اور اقرار موجود ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول مکرم کے صحابہ کی ایک جماعت سفر پر نکلی اور قبائل عرب میں سے ایک قبیلے کے پاس پڑاؤ کیا اور ان سے حق میزبانی طلب کیا۔ اس قبیلے والوں نے میزبانی کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی قبیلے کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا۔ اہل قبیلہ نے اس کے لیے ہر قسم کی کوشش کر ڈالی لیکن اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچا تو ان میں سے بعض کہنے لگے کہ ان مسافروں کی جماعت کے پاس جاؤ ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس کوئی علاج ہو، تو وہ اُصحاب رسول ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے جماعت والو! ہمارے سردار کو کسی چیز نے ڈس لیا ہے اور ہم نے ہر قسم کی سعی کی

---

[1] فتح الباری: کتاب الطب، باب مسح الراقی الوجع بیدہ الیمنی، حدیث نمبر ۵۷۵۰۔

[2] صحیح بخاری: کتاب الطب، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث ۵۷۴۳۔ جلد ۱۰ ص ۲۵۴۔

[3] فتح الباری: کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، جلد نمبر ۹ ص ۶۲۔

لیکن اس کو کوئی فائدہ اور افاقہ نہیں ہوا، کیا تم میں سے کسی کے پاس اس کا کوئی حل ہے؟ تو ایک صحابی فرمانے لگے ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے پاس دم ہے لیکن میں اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک تم کوئی چیز نہ دو، اس لیے کہ ہم نے تم سے میزبانی کا کہا تو تم نے ہماری میزبانی سے انکار کر دیا، تو بکریوں کی کچھ تعداد پر ان کا اتفاق ہو گیا (کہ دم کے بدلے ان کو دی جائیں گی) تو وہ صحابہ ان کے ساتھ گئے اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا حتیٰ کہ اس کو شفا مل گئی وہ صحابی اس آدمی کے ساتھ اپنی غرض پوری کرنے کے لیے گئے، صحابی کہتے ہیں کہ انہوں نے حسب اتفاق ان کو بکریاں دے دیں۔ بعض صحابہ کہنے لگے کہ ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کرلو، تو وہ صحابی جنہوں نے دم کیا تھا کہنے لگے نہیں ابھی ان کو تقسیم نہ کرو حتیٰ کہ ہم رسول خدا ﷺ کے پاس پہنچ جائیں اور ان کو یہ سب کچھ بتائیں پھر دیکھیں کہ وہ ہم کو کیا حکم کرتے ہیں، پس وہ رسول مقبول ﷺ کے پاس آئے اور ان کو یہ واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں علم نہیں کہ جو تم نے کہا ہے وہ ٹھیک ہے اور وہ دم ہے ان بکریوں کو تقسیم کرو اور میرا حصہ بھی رکھو۔ [1]

جب صحیح احادیث کی کثرت پر مبنی اجماع کے ساتھ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جھاڑ پھونک جائز ہے تو اب دم کی دو قسمیں ذکر کی جائیں گی۔

پہلی قسم اور اس کی دلیل

تکلیف میں مبتلا ہونے کے بعد دم کرنے کے دلائل۔

(۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول ﷺ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ جب آپ کو کوئی تکلیف ہوتی تو جبرائیل آپ کو مندرجہ ذیل دعا کے ساتھ دم کرتے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ﴾ [2]

---

[1] فتح الباری: کتاب الطب، باب النفث فی الرقیہ، ج ۱۰ ص ۱۷۸، حدیث نمبر ۵۷۴۹۔ صحیح مسلم شرح نووی: کتاب السلام، باب جواز أخذ الأجرة علی الرقیۃ جلد ۱۴ ص ۱۵۶، رقم ۲۲۱۰۔

[2] صحیح مسلم شرح مسلم للنووی: کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی جلد ۱۴ ص ۱۴۲، رقم ۲۱۸۵

دوسری دلیل

ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک جبریل نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے محمد! کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا: کہ ہاں! تو جبریل نے اس دعا سے) آپ کو دم کیا:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْکَ مِنْ کُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ أَوْعَيْنِ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيْکَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْکَ﴾ [1]

''اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں ہر تکلیف دہ چیز سے ہر شر پر نفس سے اور حسد والی آنکھ سے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے اس کے نام کے ساتھ آپ کو دم کر رہا ہوں۔''

تیسری دلیل

عثمان بن ابی العاص ثقفی سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس درد کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ اپنی درد والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ اور سات مرتبہ ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّمَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ)) پڑھو۔ [2]

ترجمہ: میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کے ساتھ اس چیز کی برائی سے جو میں پاتا ہوں اور اس سے بچتا ہوں۔''

دوسری قسم:

اسی موضوع کے متعلق اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

پہلی دلیل

امام بخاری اپنی صحیح بخاری شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

---

[1] صحیح مسلم: کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، حدیث نمبر ۲۱۸۶۔

[2] صحیح مسلم: کتاب السلام، باب استحباب وضع یدہ علی موضع الألم، حدیث نمبر ۲۲۰۲

کرتے) ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ حسن اور حسین کو مذکورہ کلمات کے ساتھ اللہ کی پناہ میں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارے باپ (ابراہیم) بھی انہی کلمات کے ساتھ اسماعیل اور اسحاق کو اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔

((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ)) 1

''میں تم کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ دیتا ہوں کہ ہر شیطان اور زہریلے جانور سے اور ہر طرح کی نظر بد سے''۔

دوسری دلیل

جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں رسول سے روایت کیا ہے کہ بے شک جب آپ رات کے وقت اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو جمع کرتے پھر: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد ، قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَق اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاس﴾ تینوں سورتیں پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتے اور جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم اطہر پر پھیر لیتے اپنے سر اور چہرے سے شروع کرتے اور جسم اطہر کے سامنے والے حصے پر ہاتھ پھیرتے اور ایسا آپ تین مرتبہ کرتے۔ 2

تیسری دلیل

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح مسلم میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی بھی کسی جگہ پڑاؤ ڈالے تو وہ یہ کلمات پڑھ لے ((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَق)) تو اس کو کوئی بھی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ حتیٰ کہ وہ اس جگہ سے کوچ کر لے۔ 3

---

1 الفتح الباری: کتاب احادیث الأنبیاء، جلد ٦ ص ٤٩٤، حدیث نمبر ٣٣٧١۔ والسنن ابن ماجہ: کتاب الطب، باب مَا عَوَّذَ النَّبِیُّ ﷺ وَمَا عُوِّذَ بِہٖ جلد ا ص ١١٧ 2 فتح الباری، طبعہ سلفیہ ٩/٦٢، باب فضل المعوذات

3 شرح النووی: کتاب الذکر والدعا والتوبۃ والاستغفار، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرک الشقاء وغیرہ جلد ١٧ ص ٢٦، حدیث نمبر ٢٧٠٨۔

چوتھی دلیل

جس کو امام احمد نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دن کے ابتدائی حصے میں یا رات کے ابتدائی حصے میں:

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ))

تین مرتبہ پڑھ لیتا ہے اس کو دن یا اس رات کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ [4]



[4] مسند أحمد: جلد اوّل ص ٦٦، مطبوعة المكتب الإسلامي بيروت۔

فصل سوم

کیا جھاڑ پھونک توقیفی امر ہے؟ اور کیا ہر مرض کا دم کیا جا سکتا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو بہت سے نفع بخش دم سکھائے ہیں جو قرآن کریم سے اور دعاؤں سے ماخوذ ہیں۔ دم کرنے والا جو دم کر رہا ہے۔ اس کی تعداد، طریقہ کار وصفات بھی بتلائی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ دم کا وقت بھی بتایا ہے جس کا عنقریب ذکر آئے گا۔ آپ کا بتایا ہوا طریقہ ایسا ہے جس میں کمی یا زیادتی جائز نہیں اور نہ وقت معین کرنا جو آپ نے نہیں بتایا۔ پس جو آپ نے سات مرتبہ پڑھنے کا کہا ہے تو اس کو تیرہ مرتبہ یا اس سے کم یا زیادہ پڑھا جائے تو یہ ٹھیک نہیں ہے اور جو آپ نے فرمایا ہے کہ مثلاً فلاں دعا کورات کے ابتدائی حصہ میں پڑھا جائے یا جب انسان اپنے بستر پر آئے اس وقت پڑھے تو اب اس دعا کو ظہر کے وقت یا عصر کے وقت پڑھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں کمی یا زیادتی کرنا رسول اللہ ﷺ سے زیادہ علمیت کا دعویٰ کرنے کے مترادف ہے۔ حالانکہ وہ اپنی مرضی سے نہیں بولتے، میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ رہا انسان کا دم کے متعلق اپنا تجربہ وعمل جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اس کا فائدہ بھی اس پر ظاہر ہو جائے اور وہ ایسی چیزوں سے بھی نہ ہوں جن سے شریعت نے بچنے کا حکم دیا ہے۔ جن کا ذکر عنقریب صحیح جھاڑ پھونک کے ضوابط کی بحث میں آئے گا۔ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جائز ہے۔

اوّلاً:

جھاڑ پھونک سے علاج یہ طبی جڑی بوٹیوں کے علاج وغیرہ کی جنس میں سے ہے اور یہ ایسا تجربہ ہے جو طبی ادویات کے مرکب پر مبنی ہے اور اس میں لوگ ایک دوسرے سے مستفید ہوتے رہتے ہیں، نیز یہ زراعت وصنعت کی قسم میں سے ہے اور زراعت وصنعت کی معرفت کا حصول صرف رسول اللہ ﷺ پر ہی موقوف نہیں۔ جس طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح مسلم میں موسیٰ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ اپنے باپ سے روایت

کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسی قوم پر گزرا جو اپنی کھجوروں کے تنوں پر تھے تو رسول ﷺ نے فرمایا یہ کیا کر رہے ہیں تو لوگ کہنے لگے کہ ہم کھجوروں کی پیوند کاری کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ اس سے ان کو کوئی فائدہ ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ ان کو آپ کی اس بات کی خبر دی گئی تو انہوں نے کھجور کے درختوں میں پیوند کاری چھوڑ دی، جب اس بات کی آپ کو اطلاع دی گئی تو آپ فرمانے لگے اگر اس پیوند کاری کا ان کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو وہ ضرور کریں۔ بے شک میرا تو یہ ایک گمان ہے ایک سوچ تھی، پس تم میرے گمان کو نہ لیا کرو۔ لیکن جب میں تم کو کوئی بات بیان کروں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کو لے لیا کرو۔ یقیناً میں اللہ تعالیٰ پر کوئی جھوٹ بات نہیں کہتا۔ [1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو کھجوروں کی پیوند کاری کر رہے تھے آپ نے فرمایا! اگر تم ایسا نہ کرو تو کھجوریں صحیح رہیں گی! انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (پیوند کاری نہ کرنے سے) کھجوریں ردّی نکلیں، آپ پھر ان کے پاس سے گزرے اور کھجوروں کے پھل کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ اس دفعہ تو پھل ایسا ویسا نکلا یعنی ناکارہ، کھجوریں نکلی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے دنیاوی معاملات کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ [2]

پس ان احادیث میں دلیل ہے کہ دنیاوی معاملات مثلاً طب (میڈیکل) زراعت وصنعت جیسے دوسرے علوم، تجربے اور انسانی کوشش سے حاصل ہوتے ہیں اور اس میدان میں آپ نے جو بھی بتایا وہ بغیر کسی استثناء کے حق اور سچ ہے۔ آپ نے جھاڑ پھونک اور ادویات کے متعلق بہت کچھ بتایا ہے اور آپ کی ساری کلام حق ہے۔ آپ نے جو طب کے بارے میں بتایا ہے، وہ آپ کے کھجوروں کی پیوند کاری کے متعلق گفتگو جیسا نہیں ہے، کیونکہ آپ نے اس پیوند کاری کے متعلق اپنے ظن اور گمان کا اقرار نہیں کیا (کہ یہ صحیح ہے) اسی وجہ سے آپ نے پیوند کاری کے متعلق جب جان لیا تو فائدہ پہنچنے کی صورت میں ان کو اس کی اجازت دے دی۔ جس طرح سابقہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔

[1] صحیح مسلم مع النووی: کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال مالہ شرعاً حدیث نمبر ۲۳۶۱۔ [2] ایضاً

حافظ ابن حجر بخاری کی حدیث:

اَلْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّام)) [1]

''کلونجی میں سوائے موت کے ہر بیماری کی شفا ہے''

کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ ایسے تمام امور کو اپنے اندر جمع کرے جس سے بیماریوں کے علاج میں وہ ایک ہی بوٹی تمام طبیعتوں کا مقابلہ کرے (یعنی کوئی جڑی بوٹی کسی طبیعت کے لیے موافق ہوتی ہے کسی کے لیے نہیں۔ لہٰذا ایک بوٹی طبعی اوصاف کے لحاظ سے تمام بیماریوں کے لیے نفع بخش نہیں ہوسکتی۔) مترجم

بلکہ (مِنْ کُلِّ دَاءٍ) سے مراد ہے کہ اس میں ہر ایسی بیماری کا علاج ہے۔ جو رطوبت سے پیدا ہوسکتی ہے اور ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں:

اَلْعَسَلُ عِنْدَ الْاَطِبَّاءِ أَقْرَبُ إِلٰى أَنْ يَكُوْنَ دَوَاءُ مِنْ كُلِّ دَاءٍ مِنَ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ.

''کہ اطباء و حکما کے ہاں شہد ہر اس بیماری کا علاج ہے۔ جس کا علاج کلونجی سے بھی ہوتا ہے۔''

اس کے ساتھ ساتھ ایسی امراض بھی ہیں اگر اس بیماری والا آدمی شہد استعمال کر لے تو تکلیف میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ ہر بیمار کو شہد پلانا ٹھیک نہیں اس لیے کہ بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ ان میں شہد کا استعمال ضرر پہنچا سکتا ہے۔ اگر شہد کے بارے میں آپ کے قول سے یہ مراد لیا جائے کہ اس میں اکثر طور پر لوگوں کے لیے شفاء ہے تو کلونجی تو اس معنی میں زیادہ اَولیٰ ہے''

اس کے علاوہ بعض دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ رسول ﷺ مریض کا مشاہدہ فرما کر اس کے لیے دواء تجویز فرماتے۔ شاید کلونجی کے متعلق آپ کا فرمان اس کے ٹھنڈے مزاج کی بنا پر مرض کے موافق ہو۔ تو اس وقت آپ کے قول (شفاء من کل داءٍ) کا مطلب یہ ہوا کہ جس کا مزاج ٹھنڈا ہے اس کے لیے اس میں شفاء ہے اس اعتبار سے کلونجی کی تخصیص

[1] صحیح بخاری: کتاب الطب، باب الحبۃ السوداء، جلد ۱۰ ص ۱۷۷، رقم ۵۶۸۷۔

بہت زیادہ عام ہے۔ واللہ اعلم۔

شیخ ابو محمد بن ابی جمرۃ کہتے ہیں کہ اس مذکورہ حدیث کے بارے میں لوگوں نے بہت گفتگو کی ہے۔ اسکے عموم کو خاص کیا ہے اور اس کو اہل طب اور تجربہ کار لوگوں کے قول سے ملا دیا ہے، اس کے قائل کے غلط ہونے میں کوئی خفا نہیں۔ اس لیئے کہ اگر ہم اہل طب اور ان کی علمی حدود کی تغلیباً تصدیق کر بھی دیں وہ علم جو ظن غالب پر مبنی ہے تو اس کی نسبت اس عالی المرتبت شخصیت کے قول کی تصدیق کرنا زیادہ لائق ہے جو اپنی مرضی سے نہیں بولتا۔ [1]

مؤلف حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن اَبی حمزہ کا یہ قول کتنا اچھا ہے۔ یہ وہی قول ہے جس پر ایک حدیث دلالت کرتی ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں ابو سعید سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کو شہد پلاؤ۔ وہ دوسری مرتبہ پھر آیا۔ آپ نے شہد کا کہا۔ وہ تیسری مرتبہ پھر آیا آپ نے پھر شہد پلانے کا کہا۔ وہ چوتھی مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اس کو شہد پلاؤ۔ پس اس نے شہد پلایا تو اس کو تکلیف سے شفا مل گئی۔ [2]

مؤلف فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے جن ادویات اور دم کے متعلق بیان کر دیا ہے وہ تجربہ پر مقدم ہے اور جن کے متعلق آپ نے بیان نہیں کیا۔ اس میں انسانی تجربہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اگر وہاں کوئی شرعی حکم مانع نہ ہو، صحیح جھاڑ پھونک کے قواعد میں عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔

ثانیاً:

رسول سے متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ آپ نے بعض صحابہ کے دم کا اقرار کیا ہے۔ جو انہوں نے کسی اور سے سیکھا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ واضح ہو گیا کہ وہ دم شرک سے خالی ہے۔ ان میں سے پہلی مثال وہ حدیث جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے

[1] فتح الباری: کتاب الطب، باب الحبۃ السوداء، حدیث نمبر ۵۶۸۴۔

[2] صحیح بخاری: کتاب الطب، باب الدواء بالعسل، کتاب الطب، باب الحبۃ السوداء، حدیث نمبر ۵۶۸۴۔

اپنی صحیح مسلم میں ابن جریج سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو زبیر نے خبر دی کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے آل حزم کو سانپ کے ڈسنے پر دم کرنے کی اجازت دی۔ ابو زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم میں سے ایک شخص کو بچھو نے ڈس لیا، پس وہ آدمی کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے دم کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا:

((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ)) [1]

”تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے تو وہ ضرور ایسا کرے“

دوسری مثال

عوف بن مالک اشجعی کہتے ہیں:

كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَارَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ؟ فَقَالَ أَعْرِضُوا عَلَيَّ رَقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَالَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ)) [2]

اس حدیث میں دلیل ہے کہ ایسا دم کرنا جو شرک سے پاک ہو اور تجربہ سے حاصل ہو وہ جائز ہے۔ اس لیے کہ آپ نے عوف بن مالک سے یہ نہیں کہا کہ تمہیں یہ دم کس نے سکھایا ہے؟ اور نہ یہ فرمایا کہ قرآن وسنت کے علاوہ کوئی اور دم نہ لو۔ اور یہ کلیہ اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ بوقت حاجت کسی امر کی وضاحت میں تاخیر ناجائز ہے اور اگر دم کا جاننا وحی پر ہی موقوف ہوتا تو آپ ان سے یہ نہ کہتے کہ دم مجھ پر پیش کرو، جو وہ زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور دلیل ہے جس کو امام ابو داؤد نے اپنی سنن ابی داؤد میں شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے۔ جب میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ تو آپ نے مجھے فرمایا کہ تم حفصہ رضی اللہ عنہا کو پہلو میں جو پھنسیاں نکلتی ہیں اس کا دم بھی سکھا دو۔ جس طرح تم نے اس

---

[1] شرح النووی: ۱۴/ ۱۵۶، کتاب السلام، باب لاباس بالرقی مالم یکن فیہ شرک، حدیث نمبر ۲۱۹۹۔
[2] سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الرقی جلد ۳ ص ۱۹۶۔

کو لکھنا سکھایا ہے۔ 1

پہلی حدیث امام حاکم نے مستدرک حاکم میں روایت کی ہے اس میں یہ قصہ ہے کہ ایک انصاری صحابی کو پہلو میں پھوڑے نکل آئے، اس کو پتہ چلا کہ شفا بنت عبداللہ ان پھوڑے پھنسیوں کا دم کر لیتی ہیں تو وہ صحابی شفا بنت عبداللہ کے پاس آئے اور اس سے دم کرنے کو کہا وہ کہتی ہیں جب سے میں مسلمان ہوئی ہوں دم کرنا ترک کر دیا ہے۔ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور شفا رضی اللہ عنہا کا جواب بتایا، پس آپ نے شفا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا کہ مجھے وہ دم بتاؤ، تو شفا رضی اللہ عنہا نے وہ دم آپ کو بتلایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس صحابی کو دم کر دو اور یہ دم حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی سکھلا دو۔ جس طرح اس کو لکھنا سکھایا ہے۔ 2 یہ قصہ وضاحت کرتا ہے کہ پھنسیوں کا دم حضرت شفا رضی اللہ عنہا دور جاہلیت سے ہی جانتی تھیں اور آپ نے شرک سے پاک ہونے کی بنا پر حضرت شفا کو اس دم کی اجازت دے دی تھی۔

بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے قول: ((عَلِّمِيهَا حَفْصَةَ)) یہ دم حفصہ کو بھی سکھا دو، سے مراد غیر واضح اور مزاحیہ کلام تھا اور رقیہ النملۃ سے مراد عورتوں کی وہ باتیں ہیں جو وہ دلہن کو کہتی ہیں کہ: (تَحْتَفِلُ وَ تَخْتَضِبُ، وَ تَكْتَحِلُ، وَ كُلَّ شَيْءٍ يَفْتَعِلُ غَيْرَ أَنَّ لَا تَعْصِيَ الرَّجُلَ) ''کہ تقریب منعقد کر سکتی ہے۔ (نکاح کے لیے) مہندی اور سرمہ لگا سکتی ہے اور ہر قسم کا کام کر سکتی ہے لیکن خاوند کی نافرمانی نہیں کر سکتی''۔

پس آپ کا اس مقولے سے مراد سیدہ حفصہ کو سرزنش کرنا اور ادب سکھلانا تھا۔ اس لیے کہ آپ نے ان کے ساتھ کوئی راز کی بات کی تھی تو انہوں نے اس کو افشا کر دیا تھا۔ یہ قصہ مردود اور غلط ہے کیونکہ مذکورہ قصے میں ہے کہ حضرت شفا رضی اللہ عنہا دم کرنے سے رک گئی تھی۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی اور اس انصاری صحابی نے شفا سے دم کرنے کی درخواست کی تھی اور شفا کے پاس پھنسیوں کا صحیح دم موجود تھا اور آپ کا شفا سے سکھلانے کے متعلق کوئی مبہم اور مزاحیہ کلام نہیں تھا۔

مذکورہ روایت کی شاہد ایک اور روایت بھی ملتی ہے جو صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ

1 المستدرک ۴/۵۶، یہ روایت شیخین کی شرط پر ہے اور شیخ البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ سلسلہ ۱۷۸۔

2 عون المعبود ۳/۳۷۲ والبدایہ لابن اثیر ۵/۱۲۰

سے دم کے بارے میں مروی ہے۔ انس بن مالک فرماتے ہیں کہ:

((رَخَّصَ فِي الْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ وَالْعَيْنِ)) ❶

آپ نے زہریلی چیز سے بچاؤ، پھنسیوں اور نظر بد سے بچاؤ کی لئے دم کی اجازت دی ہے، لہٰذا پھنسیوں والا دم حقیقی تھا جو کہ تجربہ سے حاصل شدہ تھا اور وہ کوئی پیچیدہ اور مزاحیہ کلام نہ تھا اور حضرت شفا رضی اللہ عنہا وہ دم دورِ جاہلیت سے ہی جانتی تھیں اور آپ نے شرک سے پاک ہونے کی بنا پر اس کا اقرار کیا تھا (کہ یہ صحیح ہے) اسی طرح صحیح مسلم کی دوسری سند سے ایک اور روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((رَخَّصَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي الرُّقْيَةِ مِنْ لِلْعَيْنِ وَالْحُمَّةِ وَالنَّمْلَةِ)) ❷

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ پھنسیوں کا دم لوگوں میں آپ کے طریقے کے علاوہ بھی معروف تھا اور چونکہ وہ دم شرک سے خالی اور صاف تھا اس کے لیے اس کو رخصت بھی دے دی۔ لیکن صحابی کا یہ کہنا کہ (رخص رسول اللہ ﷺ) دلالت کرتا ہے کہ عقیدے کی پختگی جاہلیت والے دم کو چھوڑ کر کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں سے دم اختیار کرنے میں ہے۔ اسی لیے ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء امت نے قرآنِ کریم کے علاوہ دم کو مکروہ جانا ہے اور شیخ ربیع فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے جھاڑ پھونک کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

لَا بَأْسَ أَنْ يُرَقَّى بِكِتَابِ اللّٰهِ وَمَا يُعْرَفُ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ.

''کہ قرآن کریم اور معروف ذکر و اذکار سے دم کرنے میں کوئی حرج نہیں''

میں نے پوچھا کیا اہل کتاب مسلمانوں کو دم کر سکتے ہیں؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہاں! جب وہ کتاب اللہ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دم کریں اور مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہودی عورت سے کہا تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی کتاب سے دم کرنا ❸ ماذری کہتے ہیں کہ اہل کتاب سے دم کی خواہش کرنے میں علما کا اختلاف

---

❶ النووی مع المسلم ۱۴/ ۱۵۵، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ والعین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ۔ ❷ ایضاً۔
❸ مؤطا: کتاب العین، باب التعوذ والرقیۃ، فی المرض، جلد۲ص ۷۱۹۔

ہے۔ بعض جواز کے قائل ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ جانا ہے۔ شاید اس کی وجہ ان کا کتاب اللہ کو بدل ڈالنا ہے اور جو جواز کے قائل ہیں وہ جواب دیتے ہیں کہ اس طرح کے دم میں تبدیلی کرنا ممکن نہیں جس طرح طب میڈیکل میں تحریف نہیں ہو سکتی، یعنی جان بوجھ کر غلط دم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس طرح کرنے سے شفا کا حصول تو دور کی بات ہے الٹا بیماری بڑھ سکتی ہے۔ لہٰذا جس طرح حکیم اور ڈاکٹر غلط نسخہ تجویز نہیں کرتا اسی طرح اہل کتاب میں سے دم کرنے والا بھی غلط دم نہیں کر سکتا اس طرح کرنے سے شفا ممکن نہیں جو کہ مطمع نظر ہے۔ (مترجم)

جو علاج کا ماہر نہیں وہ ایسی عمدہ بات نہیں کہہ سکتا اور جو ماہر ہے وہ اپنی مہارت اور پیشے کو عام کرنے کے لیے ایسی تبدیلی کو ناپسند کرتا ہے۔

مولف فرماتے ہیں:

''اگر ہم دور جاہلیت میں بتوں کی عبادت کرنے والوں کا ایسا دم لے بھی لیں جس میں شرک نہ ہو اور تجربے سے اس کا فائدہ بھی معلوم ہو چکا ہو، جس طرح رقیۃ النملۃ ہے تو پھر بھی اہل کتاب کا جھاڑ پھونک ان مشرکین سے زیادہ اولیٰ ولائق ہے کہ اس کو لیا جائے تحقیقاً اہل کتاب کا دم جھاڑ اللہ تعالیٰ سے حاصل شدہ ہے۔ اس وجہ سے دم میں کوئی بھی تبدیلی ممکن نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے ان کا کوئی فائدہ نہیں، جس طرح عقائد واحکام کو بدل ڈالنے میں۔ ان کی غرض منفعت پوشیدہ ہے، بلکہ اگر اہل کتاب اپنی کتاب' سے ماخوذ دم کو بدل دیں تو دم کا اثر زائل ہو جائے گا، پس بعض مرتبہ اہل کتاب دنیاوی فائدے کے حصول کے لیے دم کو اپنی اصلیت پر باقی رکھنے کے حریص ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بعد ازاں یہ خیال بھی رہے کہ زہریلی چیز کے ڈسنے اور نظر بد کے لگنے کا دم ہی نہیں، جس طرح عمران بن حصین کے قول (لا رقیۃ الا من عین او حمۃ) سے وہم ہوتا ہے، بلکہ مسند احمد میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مرفوع روایت ہے۔ جس کو امام بخاری نے بھی اپنی صحیح بخاری شریف میں انس بن مالک سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

((اَذِنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِأَھْلِ بَیْتٍ مِنَ الْاَنْصَارِ أَنْ یَرْقُوْا مِنَ

الْحُمَّةِ وَلْاُذُنِ)) [1]

''کہ انصار میں سے ایک گھر والوں کو اجازت دی کہ وہ زہریلی چیز کے ڈسنے کا اور کان درد کا دم کر سکتے ہیں۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن بطال کے نزدیک اذن اس سے مراد کان کا درد ہے اور بوقت تکلیف آپ نے کان درد کے دم کی اجازت دی ہے۔ اس کو ماضی پر محمول کیا جائے گا۔ وہ حدیث جو باب من اکتوی میں مذکور ہے۔ چونکہ آپ نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ نظر بد اور زہریلی چیز کے علاوہ کوئی دم نہیں، تو ممکن ہے کہ آپ نے پہلے منع کیا ہو اور بعد میں اجازت دے دی ہو، لہٰذا احتمال ہے کہ معنی ایسے ہوگا کہ نظر بد کے دم سے زیادہ کوئی دم فائدہ مند نہیں اور زہریلی چیز کے دم کے علاوہ کسی دم کی نفی آپ سے وارد نہیں ہوئی۔ (یعنی آپ نے ان دونوں قسم کے دم کے علاوہ کسی اور دم کی نفی نہیں کی۔ لہٰذا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دیگر دوسری تکالیف کے دم بھی کیے جا سکتے ہیں۔) واللہ اعلم۔

مذکورہ حدیث سے پہلی دو قسم کے دم مراد نہیں، اس لیے کہ صحیح مسلم میں ابو سعید سے روایت ہے کہ جبریل نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے محمد! آپ بیمار ہیں فرمایا کہ ہاں ...... الخ۔ یہ حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔ پس جبریل کا یہ کہنا کہ (من کل شیء) عموم پر دلالت کرتا ہے اور جو حدیث امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور کہتے:

((اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا)) [2]

یہ حدیث تمام تکالیف کے لیے ہے۔ اسی طرح آپ نے مرگی کے مریض کو بھی دم کیا ہے جس کو جنون کی تکلیف بھی لاحق تھی، جب وہ عورت آپ کے پاس آئی اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا جس کو دیوانگی کا مرض تھا۔ تو آپ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! نکل جا

[1] فتح الباری: کتاب الطب، باب ذات الجنب، حدیث نمبر ۵۷۲۰۔ [2] مستدرک حاکم: کتاب تواریخ المقدمین جلد ۴ ص ۱۵۸۶۔ حدیث نمبر ۴۲۳۲۔ مسند احمد: موسوعۃ الحدیثیۃ، جلد ۲۹ ص ۸۹، رقم ۱۷۵۴۸۔

میں اللہ کا رسول ہوں"۔ پس وہ صحت یاب ہو گیا۔ ❶

اس طرح ایک اور روایت ہے جو صحیح مسلم میں عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ کے پاس جسم میں تکلیف کی شکایت کی، جب سے وہ مسلمان ہوئے تھے وہ اس کو محسوس کر رہے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ درد والی جگہ پر رکھو اور تین مرتبہ ((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)) اور سات مرتبہ ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ)) پڑھو ❷

جھاڑ پھونک کی اقسام میں گزر چکا ہے کہ مصیبت میں مبتلا ہونے سے قبل ہی دم سے اس کا بچاؤ ہو سکتا ہے اور مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد بھی جو اس بات پر دلیل ہے کہ جھاڑ پھونک ایک مرض کے ساتھ ہی خاص نہیں۔

حافظ ابن حجر مرگی زدہ عورت والی حدیث سے حاصل استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اختیار دیا کہ یا تو وہ دعا کروا لے یا پھر صبر کر کے جنت کی وارث بن جائے، اس میں ہے کہ امراض کا سارا علاج دعا اور التجاء الی اللہ کے ساتھ ہے اور یہ جڑی بوٹیوں کے علاج سے زیادہ کامیاب اور فائدہ مند ہے اور اس کی تاثیر بدن پر ادویات کی نسبت زیادہ اثر انداز ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ کامیابی دو چیزوں کی بنا پر ہے۔

اوّل: پہلی چیز بیمار پر منحصر ہے کہ اس کا ارادہ سچا ہو۔

دوم: دوسری چیز علاج کرنے والے پر منحصر ہے کہ اس کا دل و دماغ تقویٰ اور توکل علی اللہ کی قوت سے بھر پور ہو۔ (یعنی دم یا علاج کرنے والا خشوع اور خضوع اختیار کرتے ہوئے اللہ پر توکل اور تقویٰ اختیار کرے اور دنیاوی طمع اس کے پیش نظر نہ ہو)۔" مترجم



❶ کتاب التواریخ المتقد مین جلد ۴ ص ۱۵۸۶، حدیث نمبر ۴۲۳۲۔ مسند احمد موسوعۃ الحدیثیۃ، جلد ۲۹ ص ۸۹۔
حدیث نمبر ۵۹۴۹۔ ❷ صحیح مسلم: مع النووی کتاب السلام باب استحباب وضع یدہ علی موضع الالم، رقم ۲۲۰۲۔

فصل چہارم

اسلام میں جھاڑ پھونک کے قواعد

بلا ریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے صحیح دم کرنے سے متعلق قواعد وضوابط بیان فرمائے ہیں۔ ان اعلیٰ قواعد وضوابط میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

اوّلاً

وہ جھاڑ پھونک شرکیہ نہ ہو، اس قاعدے پر دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم نے عوف بن مالک اشجعی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

((كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرَى فِيْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: اَعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَالَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ)) ❶

اس طرح کچھ دم مخلوق کی قسم اٹھانے پر مشتمل ہیں۔ جیسے سورج، چاند، فرشتے اور جن وغیرہ سب شرک ہے، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْأَشْرَكَ)) ❷

''جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم اٹھائی پس اس نے کفر کیا یا شرک کیا''

اور ایسے ہی وہ دم جو مخلوق سے استغاثہ (مدد مانگنے) پر مشتمل ہو۔ اس چیز میں جس کی اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں رکھتا، یا وہ دم جو اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کو پکارنے پر مشتمل ہو کہ وہ ان سے تکلیف کو رفع کریں جو کہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، تو یہ سب شرک ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ○ اِنْ تَدْعُوْهُمْ

❶ شرح نووی ۱۴/۱۵۶، کتاب السلام، باب لا بأس بالرقی مالم یکن فیہ شرک، حدیث نمبر ۲۱۹۹۔ ❷ مسند احمد ۲/ ۶۹ والمستدرک ۔۱/ ۱۸ نیز فتح المجید کے محقق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ ❸ مسند احمد: ۲/ ۶۹۔ الموسوعۃ الحدیثۃ مسند أحمد، جلد ۱۰ ص ۲۴۹، حدیث نمبر ۶۰۷۲۔ المستدرک: کتاب الایمان والنذر جلد ۸، حدیث نمبر ۷۸۱۴۔ والنذور: باب فی کراھیۃ الحلف بالآباء جلد ۲ ص ۵۶۳۔

لَا یَسۡمَعُوۡا دُعَآءَ كُمۡ ۚ وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَكُمۡ ؕ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُوۡنَ بِشِرۡكِكُمۡ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثۡلُ خَبِيۡرٍ ﴾ [۳۵/ فاطر: ۱۳، ۱۴]

''کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو سن نہیں سکتے۔ اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری پکار کا جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی خبر نہیں دے سکتا۔''

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝ وَ اِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنۡ يُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ ؕ يُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴾ [۱۰/ یونس: ۱۰۶-۱۰۷]

''اور تو اللہ کے سوا ان لوگوں کو نہ پکار جو تمہیں نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ پس اگر تو نے ایسا کیا تو بے شک تو ظالموں میں سے ہو جائے گا اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کرنا چاہے، تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے بھلائی پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

رسول اللہ ﷺ جو مطلق طور پر سب سے افضل ترین بشر ہیں۔ جبکہ ان کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہے ہیں کہ وہ لوگوں سے کہیں:

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَدۡعُوۡا رَبِّيۡ وَلَاۤ اُشۡرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ۝ قُلۡ اِنِّيۡ لَاۤ اَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ۝ قُلۡ اِنِّيۡ لَنۡ يُّجِيۡرَنِيۡ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّ لَنۡ اَجِدَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مُلۡتَحَدًا ۝ [۷۲/ الجن: ۲۰-۲۲]

''آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور اس کے

ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہہ دیجئے، کہ مجھے تمہارے نفع ونقصان کا اختیار نہیں، کہہ دیجئے، مجھے ہرگز اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور میں اس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ بھی نہیں پا سکتا۔''

جب رسول ﷺ کا یہ حال ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا جن کو مشرک لوگ پکارتے ہیں اوران کی تعریف کرتے ہیں۔اس طرح ہر وہ دم جوان چیزوں پر مشتمل ہو جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول ﷺ نے اپنی سنت مطہرہ میں حکم دیا ہے ان کو غیر اللہ کی طرف پھیرنا شرک ہے۔

ثانیاً:

وہ جھاڑ پھونک جادو ٹونے پر مشتمل نہ ہو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے جادو کو حرام قرار دیا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ کفر ہے جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۭ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [۲/البقرۃ:۱۰۲]

''اور وہ یہود و نصاریٰ اس چیز کے پیچھے لگ گئے، جسے شیاطین حضرت سلیمان کی حکومت میں پڑھتے تھے۔سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔اور بابل شہر میں ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا۔وہ دونوں بھی کسی شخص کو تب تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم ایک آزمائش ہیں۔

پس تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے جس سے خاوند، بیوی میں جدائی ڈال دیں۔ دراصل وہ بغیر اللہ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ یہ لوگ وہ چیز سیکھتے ہیں جو ان کو نقصان تو پہنچا دے لیکن نفع نہ پہنچا سکے، یقیناً وہ جانتے ہیں کہ آخرت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں اور وہ بدتر چیز ہے جس کے بدلے وہ اپنے نفسوں کو فروخت کر رہے ہیں۔ کاش! یہ جانتے ہوتے اور اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ جادو کرنے والا فلاح نہیں پا سکتا"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی﴾ [۲۰/طٰہٰ: ۶۹]

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ أَوْ تَطَیَّرَ لَهُ أَوْ تَکَهَّنَ اَوْ سَحَرَلَهُ)) [1]

"کہ جس نے اپنے لئے یا دوسرے کے لئے فال نکالی یا وہ خود کاہن بنایا دوسرے کے لئے کہانت کی یا جادو کیا وہ ہم میں سے نہیں۔"

((اِجْتَنِبُوْا الْمُوْبِقَاتِ الشِّرْکُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرِ)) [2]

"کہ تم ہلاک کر دینے والی اشیاء، اللہ کے ساتھ شرک اور جادو کرنے سے بچو"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ جادوگر کافر اور واجب القتل ہے۔ جادوگر کا قتل عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، حفصہ بنت عمر، عبداللہ بن عمر اور جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی مرفوع روایات سے ثابت ہے۔ اس لیے جادو والا جھاڑ پھونک حرام ہے اور کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ جادوگر کے پاس دم کرانے کے لیے جائے۔ اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی وجہ:

اگر مسلمان کے لیے یہ جائز ہوتا کہ وہ جادوگر کے پاس جائے اور اس سے بطور

---

[1] رواہ البزار والمنذری، ۴/۳۳۳۔ مجمع الزوائد: کتاب الطب، باب فی السحر والکہانۃ والطیرۃ وغیر ذالک۔ طبع مؤسسۃ المعارف۔ [2] فتح الباری: کتاب الطب، باب الشرک والسحر من الموبقات، جلد ۱۰ ص ۲۸۵، رقم ۵۷۶۴۔

دوا دم منتر وغیرہ کروائے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جادوگر کو قتل کرنے کا حکم کیوں دیا تھا؟ جادوگر کے قتل میں ہی لوگوں کا فائدہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

((حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ)) [1]

”جادوگر کی سزا اس کو تلوار سے مار دینا ہے۔“

دوسری وجہ:

سورۃ بقرہ کی گزشتہ آیت مبارکہ میں اللہ نے فرمایا کہ جو لوگ جادو سیکھتے ہیں وہ اس جادو سے کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ لفظ عام ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ کسی بھی طریقے سے اس میں نفع نہیں ہو سکتا، اگر اس میں دوا وغیرہ ہوتی تو لازمی طور پر اس میں نفع اور فائدہ ہوتا اور یہ قرآن کریم کی نص کے خلاف ہے۔

تیسری وجہ:

اللہ نے یہ واضح کر دیا کہ جادوگر جیسی بھی کوشش کر لے وہ فلاح نہیں پا سکتا، اگر اس کی جدوجہد میں کسی کے لیے فائدہ ہوتا تو یہ کامیابی کی ایک قسم ہے، جبکہ وہ تو مطلق طور پر ناکام ہے۔

چوتھی وجہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وضاحت بھی فرما دی کہ اللہ رب العزت نے میری امت پر حرام کردہ اشیاء میں شفا نہیں رکھی، جادو تو پھر بالا جماع حرام ہے۔ اور آپ نے فرمایا:

((لَا تَدَاوَوْا بِالْمُحَرَّمِ)) [2] ”کہ حرام چیزوں سے علاج نہ کرو“

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرام شدہ اشیاء سے شفا نہ ملنے میں ایک راز کی بات پوشیدہ ہے وہ یہ کہ اگر شفا کو مشروط کیا جائے دوا کے ساتھ جس سے عافیت حاصل ہوتی ہے اور نفع کا اعتقاد رکھا جاتا ہے (یعنی دوا کے استعمال سے شفاء لازمی ہے اور یہ اعتقاد رکھنا کہ دوا بذات خود شفا ہے) پھر اللہ تعالیٰ نے تو ہر دوا کو شفا کا باعث نہیں بنایا، کیونکہ نفع اور

[1] مستدرک حاکم: ۴/۳۶۰۔ [2] زاد المعاد: ۴/۱۵۴۔ ابوداؤد: کتاب الطب، باب فی الأدویۃ المکروہۃ، حدیث نمبر ۳۸۷۴۔

برکت دینے والی تو وہ ذات عالی ہے نیز جن چیزوں میں زیادہ برکت ہو وہی زیادہ نفع والی ہوتی ہیں، اور لوگوں میں سے بابرکت وہ شخص ہے جو جہاں رہے اس سے فائدہ حاصل کیا جائے۔ یہ بھی معلوم رہے کہ مسلمان کے عقیدے میں یہ خاص طور پر حرام ہے کہ وہ حرام کردہ اشیاء کے متعلق برکت فائدے یا حسن ظن کا عقیدہ رکھے اور اس کی طبیعت ان کو قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ بایں وجہ کہ یہ مسلمان کے درمیان اور اس کے اعتقاد کے درمیان حائل ہیں۔ بلکہ انسان جتنا ایمان میں زیادہ ہوگا یہ چیزیں اس کے لیے اتنی زیادہ ناپسندیدہ ہوں گی اور اس کا اعتقاد ان کے متعلق اتنا ہی برا ہوگا اور اس کی طبیعت ان کو بہت زیادہ ناپسند کرے گی۔ اس حالت میں اگر وہ ان کو اپناتا ہے تو یہ انسان کے لیے بیماری تو بن سکتی ہے دوا نہیں۔ مگر یہ کہ وہ ان کے متعلق ناپاکی کا اعتقاد ختم کر ڈالے اور سوء ظن، ناپسندیدگی محبت میں بدل لے۔ اور یہ ایمان کے منافی ہے۔ مومن اس (صورت حال کو) بیماری کے طور تو اپنا سکتا ہے وگرنہ نہیں یعنی ان حرام اشیاء کے بارہ میں محبت اور حسن ظن رکھے تو محرمات کو مومن انسان بیماری کے طور پر تو اپنا سکتا ہے مگر اس کے لیے شفا نہیں بن سکتی، اور یہ محال ہے کہ مومن ان کو اپنائے۔'' [1]

پانچویں وجہ:

بے شک نبی اللہ ﷺ نے واضح کر دیا کہ جو کسی نجومی یا قیافہ لگانے والے کے پاس گیا اور اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کر دی تو اس شخص نے آپ پر نازل شدہ چیز (قرآن کریم) کا انکار کیا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جادوگر نجومی اور قیافہ لگانے والے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ کہانت اور قیافہ لگانے میں تو جادو کبھی کبھی شامل ہوتا ہے، پس جب نجومی اور فال نکالنے والے کے پاس آنے کا یہ حکم ہے تو پھر جادوگر تو اس کے مقابلے میں زیادہ لائق ہے کہ اس سے بچا جائے۔ یعنی اس کے پاس بغرض جادو آنے والا کافر اور قرآن کریم کا منکر ہوا بلکہ ابن مسعود کی حدیث میں تو جادوگر کے الفاظ ہیں۔

((مَنْ أَتَى كَاهِنًا اَوْسَاحِرًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ

[1] زاد المعاد: ۴/۱۵۴۔

عَلٰی مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم)) [1]

"کہ جو نجومی یا جادوگر کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کر دی تو اس نے آپ پر نازل ہونے والے قرآن کریم کا انکار کیا"۔

یہی بات حق اور سچ ہے جس کی تائید دلائل کرتے ہیں اور رہی وہ حدیث جو امام بخاری نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسیب سے دریافت کیا کہ ایک شخص پر جادو ہے، یا ایسا ٹوٹکا جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کے پاس نہیں جا سکتا اس کا کوئی حل کیا جائے یا نشر کیا جائے، وہ بولے اس میں کوئی حرج نہیں، اس سے اصلاح مقصود ہے اور جو فائدہ دے اس کی ممانعت نہیں۔ [2]

شیخ عبدالرحمٰن بن حسین بن محمد بن عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ یہ (مذکورہ قول) ابن مسیّب کا ہے جو اس کو نشرہ کی قسم پر محمول کرتے ہیں اور اس کو جادو نہیں گردانتے اور نشرہ علاج اور دم کی ایک قسم ہے۔ اس سے اس کا علاج کیا جاتا ہے جس کے متعلق یہ گمان ہے کہ اس پر جنات کا اثر ہے اس کا نام نشرہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ جس کو بیماری نے ڈھانپ رکھا ہو۔ اس کو دم کیا جاتا ہے تاکہ مرض ختم ہو جائے۔

حافظ ابن قیم الجوزی فرماتے ہیں کہ نشرہ مسحور سے جادو دور کرنے کو کہتے ہیں اور یہ وہی کر سکتا ہے جو جادو جانتا ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

① جادو کا اثر دم، معوّذات، ادویات اور مباح دعاؤں سے زائل کرنا یہ جائز ہے۔ [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلی حدیث پر محمول کی جائے گی، جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ((لَا هِیَ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ)) [3] "کہ یہ شیطانی عمل ہے" (یعنی اگر جادو کا اثر بذریعہ جادو زائل کیا جائے تو پھر یہ شیطانی عمل ہو گا۔ بصورت دیگر بذریعہ ادعیہ مسنونہ اور معوّذات وغیرہ سے جادو کا اثر دور کرنا شیطانی عمل نہیں بلکہ مباح اور جائز ہے۔ حدیث مبارکہ کا یہی مفہوم و معنی ہے) واللہ اعلم۔

شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے

---

[1] فتح الباری: ۱۰/۱۹۹۔ [2] فتح المجید ص ۳۴۶۔ [3] مسند احمد ۳/۳۹۴۔

فرماتے ہیں کہ ((سُئِلَ عَنِ النُشْرَةِ)) آپ سے نشرہ کی بابت سوال ہوا۔ اس نشرۃ میں الف لام عہدی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ نشرہ مراد ہے جس کو اہل جاہلیت کیا کرتے تھے وہ شیطانی عمل ہے۔ اور وہ نشرہ جو دم، معوّذات شرعیہ اور مباح ادویات سے کیا جائے وہ جائز ہے، میں نہیں جانتا کہ کسی ایک نے بھی اس کو مکروہ جانا ہو۔ [1]

چھٹی وجہ یہ ہے کہ عرّاف اور کاہن سے دم نہ کروایا جائے اگر چہ وہ جادوگر نہ ہوں، اس لیے کہ کسی کو جائز نہیں کہ وہ کسی نجومی یا قیافہ لگانے والے کے پاس جائے اور ان دونوں کی تصدیق کرے، عرّاف اور نجومی سے دم کی طلب کرنا گویا دروازہ کھولنا ہے کہ لوگ ان کے پاس آئیں اور ان سے دم کی طمع کریں اور اس سے آپ کے اس مقصد کی مخالفت ہوتی ہے جس میں آپ نے لوگوں کو ان کے پاس جانے سے ڈرایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

((مَنْ أَتَى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ)) [2]

آپ کے یہ الفاظ عام ہیں، پس جس کسی نے بھی عرّاف اور کاہن سے دم کی خواہش کی تو گویا اس کی تصدیق کی

کاہن اور عراف کی بات تو اصل میں جھوٹ پر مبنی ہوتی ہے اور جس کی اصلیت ہی جھوٹ پر مبنی ہو تو واجبی طور پر سد باب اور فساد کو دور کرنے کے لیے اس سے دور رہنا چاہیے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عراف وہ شخص ہے جو خفیہ باتوں کے علم کا چند قرائن سے دعویٰ کرے جیسے چوری کے متعلق اور گمشدہ اشیاء کے متعلق بتائے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ عرّاف کاہن کو کہتے ہیں کاہن وہ آدمی ہے جو مستقبل کی خفیہ باتیں بتائے اور بعض کے نزدیک کاہن وہ جو دل کی باتیں بتائے۔ ابو العباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عراف ایسا لفظ ہے جو نجومی، کاہن اور رمال وغیرہ کو شامل ہے جو ان طریقوں کے ذریعے خفیہ اُمور کے متعلق بتائے۔ [رمّال: وہ شخص جو ریت پر لکیریں کھینچ کر آئندہ کے حالات بتائے] شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کہتے ہیں کہ جو

---

[1] تیسیر العزیز الحمید ۴۶۷۔ [2] سنن أبي داوٗد: کتاب الطب، باب في الکہانة و التطیر، ج ۲ ص ۲۰۲۔

امور غیبیہ کے علم کی بابت دعویٰ کرے پس وہ یا تو کاہن کے اسم میں داخل ہے یا وہ معنوی طور پر اس میں شریک ہے اور اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

اور بعض اوقات یہ غیب کے متعلق کچھ خبریں دینے والے کے ظاہر کر دینے کی وجہ سے ہوتا ہے اور انہی میں سے وہ بھی ہیں جن کا تعلق شیاطین سے ہے۔ [یعنی کاہن یا عراف شیاطین کے ساتھ تعلق کی وجہ سے امور غیبیہ کے متعلق بتاتے ہیں] اور یہ کشف فال سے پرندہ اڑا کر شگون لینے سے، کنکریاں پھینک کر اٹکل پچو لگانے سے اور زمین پر خط کھینچ کر زائچہ بنانے سے، کہانت اور جادو اور اس طرح یہ جاہلیت کے علوم جاننے کے ساتھ ہوتا ہے اور جاہلیت سے مراد ہر وہ چیز جو آپ کے تابع فرماں نہ ہو، جیسے فلاسفہ، نجومی کاہن ہوتے ہیں اور جاہلیت عرب سے مراد وہ لوگ جو آپ کی بعثت سے قبل تھے پس یہ علوم ایسی قوم کے ہیں جن کو انبیاء کی دعوت کا علم نہ تھا، یہ تمام امور سرانجام دینے والا اور جاننے والا کاہن، عرّاف کہلوائے گا یا ان دونوں کے معنی میں ہوگا۔ پس جو بھی ان کے پاس آ کر ان کی تصدیق کرے اسی کو وعید اور ڈانٹ ہے کہ وہ قرآن کریم کا منکر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جس کا یہ حال ہو، کاہن، عرّاف اور نجومیوں میں سے ان سے دم طلب کرنا ناجائز ہے۔ اس ڈر سے کہ کہیں وہ اس دم کو اپنی کہانت، عرافی اور علم نجوم سے خلط ملط نہ کر دیں۔ اگر بالفرض ان کے پاس صحیح دم بھی ہو اور وہ کہانت اور تنجیم کے ذریعے سے نہ ہو پھر بھی ان کے پاس جانا منع ہے۔ اس لیے کہ ایسا کرنے سے ان اہل جاہلیت سے مشابہت پیدا ہوتی ہے جو کاہنوں اور عرافین کے پاس جایا کرتے تھے اور یہ اس شخص کی حالت جیسی مشابہت ہے جو نذر تو اللہ تعالیٰ کے لیے مانتا ہے لیکن ایسی بتوں والی جگہ پر جہاں اہل جاہلیت بھی اپنے بتوں کی نذریں مانتے ہیں۔ لہٰذا یہ نذر نافرمانی پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس نذر کی شکل اہل جاہلیت کی نذر جیسی ہے۔ اس لیے حدیث میں مذکور ہے جو ثابت بن ضحاک سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

((نَذَرَ رَجُلٌ اَنْ یَّنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَسَأَلَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: هَلْ كَانَ فِيهِ وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْلَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيهِ

عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ قَالُوْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ النَّذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ)) [1]

''ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ وہ بوانہ (مکہ میں ایک جگہ کا نام) کے مقام پر اونٹ ذبح کرے گا تو اس نے رسول ﷺ سے پوچھا، آپ نے فرمایا کیا وہاں پر جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت ہے۔ جس کی عبادت کی جاتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا وہاں جاہلیت کے میلوں میں سے کوئی میلہ لگتا ہے؟ کہا نہیں۔ پس آپ نے فرمایا اپنی نذر کو پورا کرو۔ بے شک جس نذر سے اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو اس کو پورا نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی اس نذر کو جس کا ابن آدم مالک نہیں'' (یعنی پورا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو)

اگر یہ جگہ جس کا ذکر نذر ماننے والے نے کیا ہے اس میں دور جاہلیت کے میلے ٹھیلے یا جاہلیت کے بت ہوتے تو ایسی جگہ میں نذر کو پورا کرنا جائز نہیں۔ اگر چہ وہ نذر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ یہ اس لیے کہ کہیں موحد انسان کو مشرک کے ساتھ تشبیہ نہ ہو اور حق کا باطل کے ساتھ التباس اور ملاوٹ نہ ہو۔ کاہن اور عراف کا دم وغیرہ اسی مشابہت کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر چہ ان کا دم صحیح ہی کیوں نہ ہو، واللہ اعلم۔

رہا اہل کتاب کا دم تو اس کا اختلاف پیچھے گزر چکا ہے اور جو صرف قرآن کریم سے ہی دم کرنے کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک (اہل کتاب) کا دم قابل قبول نہیں اور جو دم اللہ کے ذکر سے ہو اگر تو وہ مجہول عبارت پر مشتمل ہے یا اس دم کے کرنے والا شخص جادو کہانت تعویذ گنڈے بھی کرتا ہے تو وہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ ابن مسعود نے اپنی زوجہ کو یہودی عورت سے دم کروانے سے منع کیا تھا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

ساتویں وجہ یہ کہ وہ دم ایسی عبارت اور معنی پر مشتمل ہو جو قابل فہم ہو، پس اگر اس کا

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الایمان، والنذور، ۳/ ۶۰۷۔

معنی سمجھ میں نہ آئے اور قابل فہم بھی نہ ہو تو اس میں شرک کا شبہ موجود ہونے سے محفوظ نہیں رہا جا سکتا، اور جس چیز کے متعلق شرک کا گمان ہو اس کو اختیار کرنا جائز نہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ تین شرطیں موجود ہوں تو دم جائز ہے۔

① پہلی یہ کہ دم اللہ تعالیٰ کی کلام کریم پر اور اسماء حسنیٰ پر یا صفات عالیہ پر اور عربی زبان پر مشتمل ہو۔

② دوسری یہ کہ دم کے علاوہ اس کا معنی بھی سمجھا جا سکے۔

③ تیسری شرط یہ ہے کہ عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ دم ذاتی طور پر مؤثر نہیں بلکہ اللہ کی ذات اس میں اثر ڈالنے والی ہے۔

آٹھویں وجہ یہ کہ دم ایسی حالت میں نہ کیا جائے جو حرام ہے، جس طرح حالت جنابت میں یا قبرستان میں یا بیت الخلاء میں یا باطل حروف پر کتابت میں، یا ستاروں پر نظریں جمائے ہوئے۔ اسی سے مشابہہ حرام حالتوں میں جس طرح نجاست سے لبریز ہو کر یا اپنی شرم گاہ کو ننگا کر کے دم کرنا۔ ان سب حالتوں میں دم کرنا حرام ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسی قوم بھی ہے جو غلط حروف لکھتے ہوئے ستاروں پر نظریں جمائے ہوئے ہوتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ جو ایسا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا کوئی حصہ ہے۔ [1]

پس یہ حالتیں، جادوگروں، شعبدہ بازوں اور جھوٹ فریبی لوگوں جیسی ہیں۔ اور یہ مباح حالتوں کے خلاف ہیں جو آپ سے ثابت ہیں۔ جس طرح آپ نے دم کرتے ہوئے پھونک ماری ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْفُثُ عَلٰى نَفْسِهِ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ بِالْمَعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنَا أَنْفُثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ وَامْسَحُ

[1] مصنف عبدالرزاق: باب الشہادۃ وغیرھا والنخذ جلد ۱۱، ص ۲۶، رقم ۱۹۸۰۵۔ ۱۱/۲۶، والبیہقی: ۸/ ۱۱۹۔ کتاب القسامۃ ... اقتباس علم النجوم۔

بِيَدِ نَفْسِهٖ لِبَرَكَتِهَا)) [1]

''اس مرض میں جس میں آپ فوت ہوئے، آپ معوذات پڑھ کر اپنے جسم اطہر پر خود ہی پھونکتے تھے، جب آپ پر یہ عمل بوجھل ہوا تو میں وہ معوذات پڑھ کر آپ پر پھونکتی تھی اور آپ ہی کا دست مبارک برکت کی وجہ سے آپ پر پھیرتی تھی اور جس طرح آپ نے نظر بد لگانے والے کے بدن پر بعض حصہ دھونے کا حکم دیا ہے۔''

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے کہ وہ غسل کر رہے تھے تو عامر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں نے آج تک ایسا آدمی نہیں دیکھا جیسا آج دیکھا ہے پردہ والی عورت کا بھی بدن ایسا نہیں تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر کے بعد ہی تڑپتے ہوئے زمین پر گر پڑے پس لوگ ان کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر پہنچے اور عرض کی کہ سہل کی خبر لیجیے وہ گر پڑا ہے، آپ نے فرمایا کہ تمہارا گمان کس پر ہے (یعنی کس کی نظر لگی ہے) تو انہوں نے کہا کہ عامر بن ربیعہ کی آپ نے فرمایا بھلا تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو قتل کر سکتا ہے۔ (نظر بد سے) جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی میں وہ بات دیکھے جو اس کو پسند ہو تو برکت کی دعا کرے، پھر آپ نے پانی منگوایا اور عامر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وضو کرو، انہوں نے اپنا منہ دھویا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک اور دونوں گھٹنے اور شرمگاہ، پھر آپ نے حکم دیا کہ وہ پانی سہل پر انڈیل دو، سفیان نے کہا ہے کہ معمر نے زہری سے یوں روایت کی ہے کہ آپ نے حکم دیا کہ وہ برتن پیچھے سے سہل پر ڈال دو۔ [2]

برخلاف ان مباح اور آزمودہ حالتوں کے جو جادوگروں، شعبدہ بازوں اور نجومیوں کے عمل کی طرح نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ عبدالرزاق نے امام شعبی کے حوالے کو نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عربی زبان میں نشرہ (جادو کا اثر اتارنا) کرنے میں کوئی حرج

---

[1] فتح الباری: ۱۰/۲۴۰، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات، رقم ۵۷۳۵۔ [2] سنن ابن ماجۃ: کتاب الطب، باب العین، حق جلد۳ ص ۱۱۲، حدیث نمبر ۳۹۷۔

نہیں جس کو (عربی الفاظ کو) روندا جائے تو بے ادبی نہ ہو، وہ اس طرح کہ انسان جھاڑیوں کی طرف نکلے اور دائیں بائیں سے پتے وغیرہ لے کر ان کو پیس لے اور ان پر دم کر کے نہا لے۔

ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ وہب بن منبہ کی کتابوں میں ہے کہ سبز بیری کے سات پتے لے کر ان کو دو پتھروں کے درمیان پیس لے پھر ان میں پانی ملا کر آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھے پھر ان سے تین گھونٹ لے اور پھر غسل کر لے، پس اس طرح کرنے والے سے تمام تکالیف ختم ہو جائیں گی اور یہ اس شخص کے لیے بھی مناسب ہے جو اپنی بیوی کے پاس جانے سے روک دیا گیا ہو۔ نیز جنہوں نے نشرہ کے جواز کی صراحت کی ہے۔ [1]

ان میں سے مزنی جو شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی ہیں اور ابو جعفر طبری وغیرہ ہیں میں نے نشرہ کے اس طریقہ کو اختیار کرنے پر ہی توقف کیا ہے جو جعفر مستغفری کی کتاب الطب میں ہے۔

جعفر نے کہا کہ میں نے قتیبہ بن احمد بخاری کی تفسیر کے ایک جز پر نصوح بن واصل کی تحریر میں یہ چیز پائی ہے کہ قتادہ رضی اللہ عنہ نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کو جادو ہے یا ایسا ٹونا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کے پاس نہیں آ سکتا اس کا حل کیا جائے یا نشرہ کریں وہ بولے اس میں کوئی حرج نہیں، اس سے اصلاح مقصود ہے، جو چیز فائدہ دے اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ [2] نصوح کہتے ہیں کہ حماد بن شاکر نے مجھ سے دریافت کیا کہ حل کیا ہے اور نشرہ کیا ہے میں یہ سب نہیں جانتا؟ تو نصوح نے جواب دیا کہ حل میں (یعنی بوس و کنار وغیرہ تو ممکن ہے لیکن جب بیوی سے ہمبستری پر وہ قادر نہ ہو تو اس کو نشرہ کہتے ہیں) اور جو ایسی مرض میں مبتلا ہو تو وہ لکڑیوں کا گھٹا اور ایک عدد دو منہ والا کلہاڑا لے، پھر اس کلہاڑے کو اس لکڑیوں کے گھٹے کے درمیان رکھ دے اور اس کو آگ لگا دے۔ یہاں تک کہ وہ کلہاڑا کافی گرم ہو جائے پھر اس کو نکال کر اس کی دھار پر پیشاب کرے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ شفا یاب ہو جائے گا [3] اور رہا نشرہ کا تو فصل ربیع میں (موسم بہار) جہاں تک ممکن ہو جنگل و بیابان سے اور باغات سے پھول جمع کر کے ان کو صاف شفاف برتن میں ڈال دیا جائے اور

[1] فتح الباری: کتاب الطب، باب ھل یستخرج السحر جلد ۱۰ص ۲۸۷، ۲۸۸۔

[2] فتح الباری: کتاب الطب، باب ھل یستخرج السحر جلد ۱۰ص ۲۸۸۔

[3] فتح الباری: کتاب الطب، باب ھل یستخرج السحر جلد ۱۰ص ۲۸۸۔

اس برتن میں صاف پانی (جو کھاری نہ ہو) ڈال دیا جائے اور ان پھولوں کو ہلکا سا ابالا جائے پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر مریض کے اوپر ڈال دیا جائے اللہ کے فضل سے وہ صحت یاب ہو جائے گا۔ یہ دونوں علاج حل اور نشرہ کے ہیں۔

حاشد نے کہا کہ میں نے یہ دونوں فائدے شام میں سیکھے ہیں۔

قلت: میں کہتا ہوں کہ حاشد صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔

نیز مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ مسحور شخص سے جادو اتارنے کی ایک صورت ہے جس کی سعید بن میبّب نے اجازت دی ہے نہ کہ جادوگروں کے پاس جانا ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا وہم ہے اور یہ بشری تجربات کے ضمن میں سے ہے۔ جس طرح رقیۃ النمل (پہلو میں پھنسیوں کا دم) اور سانپ کے ڈسنے کے دم کی رسول ﷺ نے رخصت دی ہے جبکہ وہ شرک اور حرام چیزوں سے خالی ہو، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

نوویں وجہ

نوویں چیز یہ کہ وہ دم حرام عبارت کے ساتھ نہ ہو جیسے گالی گلوچ اور لعنت ہے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اللہ نے حرام چیز کو دوا نہیں بنایا۔

دسویں وجہ

دم کرنے اور کروانے والا یہ گمان نہ رکھے کہ صرف دم ہی سے شفاء مل جاتی ہے یا تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دعائیں اور معوذات ہتھیار کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور ہتھیار اپنے مارنے والے کے ساتھ ہے نہ کہ اپنی تیزی کے ساتھ۔ پس جب بھی اسلحہ مکمل ہوگا کوئی آفت نہیں آ سکتی اور جب بازو طاقتور ہو اور کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو تو دشمن پر غالب آ کر زخمی کیا جا سکتا ہے اور جب ان تینوں اشیاء میں سے ایک بھی کم ہو تو مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوں گے۔ یعنی دعائیں اور معوذات ہتھیار کی طرح ہیں جب ہتھیار پاس ہو تو کسی کا ڈر اور خوف نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان دعاؤں اور معوذات کے پڑھنے سے شیاطین نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (مترجم)

اسی طرح دم ہے پس لازمی ہے کہ دم مباح یا مستحب ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ پڑھنے والا مخلص اور دعا کی شرائط اس میں جمع ہوں اور لازمی طور پر وہ اللہ سے شفا ، کی امید رکھے اور وہ اس پر قادر ہے جیسا کہ اسباب پر کی ہوئی کلام میں گزر چکا ہے۔



فصل پنجم

لوگوں پر دم کے لیے فارغ رہنے اور اس کو پیشہ بنانے کا حکم

بعض طلبا اس زمانے میں مریضوں پر جھاڑ پھونک کی وجہ سے شہرت حاصل کر چکے ہیں۔اور میڈیا کی سہولت کی وجہ سے ان کی شہرت آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔لوگوں کی کثرت کے سامنے اور دم کرنے والوں کو مال ملنے کے سبب یہ لوگ سارے کام چھوڑ کر دم کے لیے اپنے آپ کو مختص کر چکے ہیں اور اپنے وقت کو صرف مریضوں پر دم کرنے کے لیے محصور کر رکھا ہے اور انہوں نے اپنے اس شغل کو وسیع کر لیا ہے اور زائرین کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ نیز ان کے لیے ٹائم ٹیبل بنایا ہوا ہے جیسے سپیشلسٹ ڈاکٹر اور ہاسٹل والے کرتے ہیں اور اس کام کو پیشہ بنائے ہوئے ہیں۔پس اس کیفیت اور صورت حال میں کیا حکم ہے جس کی پہلے ادوار میں کوئی مثال نہیں ملتی؟ اس سوال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ میں (مؤلف) یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بات تو معلوم ہے کہ اللہ رب العزت نے دم کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ دم کے جواز اور اس کے ضوابط کی بحث میں گزر چکا ہے اور دم کرنے کی اجرت لینا بھی مباح ہے۔جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔اس اعتبار سے وہ کہتے ہیں:[بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الرُّقْيَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ] ''باب ہے فاتحہ کے ساتھ دم کرنے کی شروط کے بارہ میں'' امام بخاری کی اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پانی کے پاس سے گزرے۔پانی کے پاس رہنے والے لوگوں میں سانپ یا بچھو کا ڈسا ہوا ایک شخص تھا تو ان لوگوں نے اس کو صحابہ پر پیش کیا اور کہنے لگے کیا تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے کیونکہ پانی میں ایک شخص پڑا ہوا ہے جس کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا ہے۔تو ایک صحابی ان کے پاس گئے اور بکریوں کی اجرت طے کر کے اس کو دم کیا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی تو وہ بکریاں لے کر اپنے دوستوں کے پاس آ گئے تو انہوں نے اس اجرت کو ناپسند کیا اور کہنے لگے کہ تو نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے۔یہاں تک کہ وہ مدینہ پہنچ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اللہ کی کتاب پر اجرت و معاوضہ لیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی

کتاب پر جو تم نے اجرت لی ہے بے شک وہ اچھا ہے۔ ❶

جب یہ واضح ہو گیا کہ دم مباح ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس پر اجرت (معاوضہ فیس) لی جا سکتی ہے تو موضوع بحث اس کیفیت میں محصور ہو گئی۔ جس کے ساتھ بعض متاخرین کے ہاں دم مکمل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کام کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر لینا اور اس کو پیشہ بنا لینا، نیز اس کے ساتھ لوگوں کے درمیان مشہور ہو جانا، میری نظر میں یہ بہت سے مفاسد کو جنم دیتا ہے۔ دم کرنے والے کے لیے اور جن لوگوں پر دم کیا جاتا ہے۔ وہ مفاسد اور خرابیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

① دم کرنے والے کے پاس لوگوں کے کثرت کے ساتھ جمع ہونے سے عوام یہ خیال کرتے ہیں کہ اس قاری (دم کرنے والا) کے پاس کوئی خصوصیت ہے جس کی بنا پر اس کے ہاں لوگوں کا ازدحام رہتا ہے۔ جب یہ گمان ہو تو اس وقت دم کرنے والے کی اہمیت پڑھی جانے والی چیز پر بڑھ جاتی ہے اور وہ اللہ کی کلام ہے۔ بلکہ لوگوں کی یہ کثرت کلام اللہ کی اہمیت اور اس کے فوائد پر غور و فکر نہیں کرتی ان کی نظریں تو صرف قاری پر لگی رہتی ہیں۔

اور اصل چیز تو وہ ہے جو بطور دم پڑھی جاتی ہے اور دم کرنے والا تو اس کلام کے تابع ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [۱۷/الاسراء:۸۲]

''اور ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے! اس میں مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے''

﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَّ شِفَاءٌ﴾ [۴۱/حم السجدۃ:۴۴]

''کہہ دیجئے کہ وہ قرآن کریم ایمان والوں کے لیے باعث ہدایت ہے اور شفا ہے''

دم کرنے والے کی صلاحیت، ایمانی قوت اور اپنے رب کے ساتھ تعلق اور اس کا اپنے اللہ پر توکل کی تاثیر کا انکار نہیں کیا جا سکتا [مطلب یہ ہے کہ اگر تو دم کرنے والا واقعی

❶ فتح الباری: کتاب الطب، باب الشروط فی الرقیۃ بفاتحۃ الکتاب، ج ۴ ص ۲۴۴۔

مذکور اوصاف کا مالک ہے تقویٰ پرہیز گاری سے متصف ہے۔ صحیح عقیدہ کا حامل ہے اور دم بھی اُدعیہ مسنونہ، کلام اللہ وغیرہ سے کرتا ہے۔ تو تب اس دم کی تاثیر کا انکار نہیں کیا جا سکتا] لیکن یہ دم کرنے والا مؤثر اصلی کا تابع ہو۔ اور وہ اللہ کی کلام ہے۔

پس ہر وہ ذریعہ جو کلام کی ثقاہت کو ضعیف کر دے تو اس کا سد باب کرنا نہایت ضروری ہے اور اس کو پھیلانا نہیں چاہیے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قرآن کریم قلبی، بدنی، اور دنیا آخرت کی تمام امراض کے لیے مکمل شفا ہے اور ہر کوئی اس کا اہل اور موافق نہیں ہوتا کہ اس سے صحت طلب کی جا سکے۔ جبکہ مریض کے لیے سب سے بہترین یہ ہے کہ قرآن۔ سے دوا و علاج کرے، صدق دل و ایمان مکمل قبولیت، پختہ اعتماد اور پوری شروط کے ساتھ قرآن کریم کو اپنی بیماری کے لیے اپنائے تو بیماری کبھی بھی قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور بیماریاں رب ارض و سما کی کلام کا مقابلہ کر بھی کیسے سکتی ہیں وہ کلام الٰہی اگر وہ پہاڑوں پر نازل ہو جاتی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی اور اگر زمین پر نازل ہو جاتی تو اس کو پھاڑ دیتی۔ [1]

(۲) بلا ریب جب سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی سیرت اور علم و فضل میں ثقہ علماء اسلام کی سیرت پر نظریں دوڑائیں تو ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں دیکھیں گے جو اپنے مشاغل سے منقطع ہو کر اپنے آپ کو مریضوں پر دم کے لیے محصور کر چکا ہو اور اس کو پیشہ بنا لیا ہو اور اسی وجہ سے لوگوں کے درمیان شہرت حاصل کر چکا ہو اس حیثیت سے کہ جب اس کا نام لیا جائے تو وہ (عالم) اس پیشے کو اپنائے ہوئے ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر زمانے میں امراض بڑھتی رہی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلفا میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے مریضوں پر دم کے لیے کسی کو متعین کیا ہو جیسا کہ قضاۃ اور مفتیان عظام کو متعین کیا گیا ہے اور مریض کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ پر اللہ کی کتاب سے دم کرے، اگر کسی کو کوئی صاحب فضل اور دین دار عالم مل جائے اور اس سے دم کی خواہش کی جائے اور وہ دم کر دے تو کوئی حرج نہیں۔

[1] زاد المعاد ابن قیم ۴/۳۵۲

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ شریعت نے اپنی اصل کو ہی جائز قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ نئی کیفیت کو ملانے سے منع کیا ہے۔ عبداللہ بن مسعود سے صحیح روایت کی گئی ہے کہ:

((انَّهُ مَرَّ بِامْرَأَةٍ مَعَهَا تَسْبِيحٌ تَسْبِيحُ بِهِ فَقَطَعَهُ وَ أَلْقَاهُ ثُمَّ مَرَّ بِرَجُلٍ يُسَبِّحُ بِحَصًى فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ ثُمَّ قَالَ : لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظُلْمًا أَوْلَقَدْ غَلَبْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ عِلْمًا)) [1]

''وہ ایک عورت کے پاس سے گزرے اس کے پاس تسبیح تھی جس کے ساتھ وہ تسبیح کر رہی تھی۔ تو آپ نے اس تسبیح کو کاٹ کر پھینک دیا۔ پھر ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو کنکریوں کے ساتھ تسبیح کر رہا تھا پس آپ نے اس کو اپنے پاؤں کے ساتھ مارا اور کہا کہ تم نے بلا ریب بدعت کو اختیار کر لیا ہے جو کہ ظلم ہے یا تم محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر علم کے ساتھ غلبہ پا چکے ہو''۔

اب اگر مریضوں پر دم کرنے کے لیے علیحدہ ہو جانا اس کو پیشہ بنا لینا اور اس وجہ سے لوگوں میں مشہور ہو جانا کوئی خیر کا کام ہوتا تو ہم ضرور اس کی طرف سبقت لے جاتے اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ موجودہ دور میں مریض دوسرے ادوار سے زیادہ ہیں۔ اس وجہ سے وہ خلفاء اور ائمہ پر اتنی کثرت سے نہیں آتے تھے جس کثرت کے ساتھ ان لوگوں کے پاس آتے ہیں جو موجودہ دور میں دم کے ساتھ شہرت حاصل کر چکے ہیں اور شہرت دم کرنے والے کو کیسے حاصل ہوتی ہے وہ ایسے کہ مریضوں کے لیے ایک جگہ مخصوص کر کے وہ جب بھی آنا چاہیں وہاں ان کا استقبال کیا جاتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ ان کے اوقات کار معین ہوتے ہیں، جیسے ڈاکٹر تاجر اور فیکٹریوں والے حضرات کرتے ہیں اور میری رائے کے مطابق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اگر مریضوں پر دم کے لیے کوئی دوکان کھول لیتے اور ان کی مرضی کے مطابق ان کا استقبال کرتے تو ایک صفحہ لکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔ [یعنی ان کی

[1] سنن دارمی: ۱/ ۶۸ وصححہ الدوسری فی النہج السدید۔ مذکورہ بالا حدیث کی ہم معنی حدیث سنن دارمی، باب فی کراہیۃ ...

نیکی علم و فضل کی وجہ سے ان کے پاس لوگوں کا تانا بندھا رہتا اور وہ تصنیف و تالیف کر ہی نہ پاتے]

خصوصاً جہالت کے دور میں جب کم علمی ورخرافات پھیلی ہوئی تھیں مشائخ اور طریقت والوں کے ساتھ تعلق ہوا کرتا تھا۔علماء اہل سنت نے یہ کام سوچ سمجھ کر ہی چھوڑا ہے اللہ ان پر وسیع رحمت نازل فرمائے۔

(۳) بے شک شیاطین جب لوگوں کا تعلق ایسے شخص کے ساتھ دیکھتے ہیں جس کی وہ مدد کرتے ہیں اور وہ شخص اس مدد کو سمجھ نہیں پاتا تو وہ شیاطین اس سے ڈرنے کا اعلان کر دیتے ہیں اور وہ اُس سے نکل جاتے ہیں، وہ اس طرح کے کام اس لیے کرتے ہیں تاکہ لوگوں کا عقیدہ اس آدمی کے بارہ میں اس چیز سے زیادہ بڑھ جائے، جو وہ پڑھتے ہیں اور یہ عقیدہ بھی اپنا لیں کہ اس میں کوئی راز پنہاں ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو جواب دیا جب اس نے آپ سے کہا تھا کہ میری آنکھ درد کی شدت سے پھڑکتی ہے تو میں فلاں یہودیہ کے پاس جا کر دم کرواتی ہوں تو وہ درد ختم ہو جاتا ہے۔تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطانی عمل ہے وہ اپنے ہاتھ سے کچھ چبھوتا ہے جب دم کیا جائے تو وہ اس آنکھ کو تکلیف دینے سے باز آ جاتا ہے۔ [1]

اور پھر شیاطین لوگوں کے ساتھ بہت بڑا مکر کرتے ہیں جس کو صرف دین الٰہی کی سمجھ رکھنے والے ہی جان سکتے ہیں۔لوگ دم کرنے والے کے ہاں رش کر دیتے ہیں اور ان کے لیے دور دراز سے سفر طے کر کے آتے ہیں۔ جب ان کے متعلق پھیلی ہوئی عجیب و غریب حکایتیں سن لیتے ہیں اور کس طرح اکثر مرگی والے لوگوں کی زبان میں شیاطین دم کرنے والے کے سامنے گفتگو کرتے ہیں اور دم کرنے والا شیخ شیاطین سے مرگی والے پر دوبارہ نہ آنے کا وعدہ لیتا ہے۔ پس جب اس طرح کی خبریں جتنی زیادہ ہوں گی مریض اس شیخ کو دیکھنے کے لیے ایک دوسرے کو دھکم پیل کریں گے۔ یہ اطمینان حاصل کرنے کے لیے کہ

[1] مسند عبداللہ بن مسعود طبع دار الباز مکۃ المکرمۃ ۔۔اس روایت کی ہم معنی ایک دوسری روایت بھی ہے جس کو

اب مریض میں جن نہیں ہے۔اتنی کثرت کے ساتھ کرامات کی جب یہ حالت ہو تو دم کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی عاقبت سے ڈر جائے، پھر جب یہ معاملہ شیاطین کا دھوکہ اور فریب ہے تو وہ اس کا ذمہ دار کیسے نہیں ہوسکتا؟ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جب خوارقِ عادت (عادت کے خلاف کام) بہت زیادہ ہو گئے جس کے ساتھ انسان کا مرتبہ گر گیا تو بہت سے نیک لوگوں نے اس طرح کے کاموں سے توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کی جیسا کہ زنا اور چوری جیسے گناہوں سے توبہ کی جاتی ہے اور بعض نیک لوگوں پر یہ خارق عادت (عجائب) پیش کئے جاتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے زوال کا سوال کرتے ہیں اور وہ تمام اپنے معتقدین کو یہی حکم دیتے ہیں کہ ایسے کاموں کا ساتھ نہیں دینا چاہیے اور نہ ان کو اپنا مقصود بنانا چاہیے اور ان کو کرامات تصور کرتے ہوئے ان سے خوش بھی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ خوارق عادت کام حقیقت میں شیاطین کی طرف سے ہیں اور وہ کس طرح اس کے ساتھ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ نباتات کو مخاطب کرنے میں جو فوائد ہیں اور شیطان ان نباتات میں داخل ہو کر بات چیت کرتا ہے [یعنی وہ دم کرنے والے پودوں وغیرہ سے گفتگو کرتے ہیں اس میں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کے اس فعل کو کرامت تصور کرتے ہیں جبکہ ان نباتات میں شیطان چھپا ہوتا ہے اور وہی اس شخص کے ساتھ مخاطب ہوتا ہے جو دم کر رہا ہوتا ہے۔] مترجم۔

اور شجر و حجر جن سے مخاطب ہوتے ہیں ان کو بھی جانتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ولی تجھ کو مبارک ہو پس وہ آیۃ الکرسی پڑھتا ہے تو شیطان دور ہو جاتا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں جو پرندے کے شکار کا ارادہ کرتا ہے تو چڑیا وغیرہ اس سے مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ مجھ کو پکڑ لو تا کہ فقراء مجھے کھائیں حالانکہ اس میں شیطان داخل ہوتا ہے جس طرح کہ انسانوں میں داخل ہو کر اس طرح کی گفتگو کرتا ہے۔ [1]

بعض دفعہ دم کرنے والے کے دروازے پر لوگوں کا رش ہوتا ہے جو قاری (دم کرنے والے) کو اس وہم میں مبتلا کر دیتا ہے کہ مریضوں کا کثرت کے ساتھ صحت یاب ہونا۔ اس

[1] فتاویٰ:۱۱/۔۔۔

کے دم کی وجہ سے ہے تو شیاطین اس سے کیسے خوف زدہ ہوں گے اور مریضوں سے کیسے نکلیں گے، جبکہ دم کرنے والا اس وہم کا مارا ہوا ہے کہ اپنے آپ کو اولیاء اللہ اور نیک لوگوں میں گردانتا ہے اور تکبر وغیرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جبکہ سلف صالحین جھاڑ پھونک کے مذکورہ طریقوں سے ڈرتے تھے اور فخر وغرور میں مبتلا ہونے والے ذریعے کا سد باب کرتے تھے۔

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے میرے والد کے ساتھ ایک جماعت دیکھی تو درے کے ساتھ اس کو مارنے لگے۔ میرے والد نے کہا: ''اے عمر! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟'' تو عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جانتا ہوں کہ لوگوں کی جماعت کے ساتھ چلنا یہ متبوع (آگے چلنے والا، مراد سردار ہے) کے لیے فتنہ اور تابع (خادم) کے لیے باعث ذلت ہے۔ [1] یہ عمر ہیں جو شاگردوں کے میرے والد کے پیچھے چلنے کی وجہ سے ڈر گئے۔ [یہ تکبر اور غرور کا باعث بن جاتا ہے اس وجہ سے ڈرے] مترجم

تو ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے ایسا ذریعہ ختم کرنا زیادہ ضروری ہے۔ قاری (دم کرنے والا) جس کی صفت پیچھے گزر چکی ہے اس ڈاکٹر کی طرح نہیں ہوتا جس کے دروازے پر رش لگا رہتا ہے، ڈاکٹر اور طبیب تو معروف علاج معالجہ کرتا ہے اور یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ جو علاج اس نے تجویز کیا ہے وہ فائدہ مند نہیں ہے۔ بلکہ یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ معاملہ علاج کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ ڈاکٹر کے ساتھ۔ دم کرنے والے کے برعکس کیونکہ یہاں یہ گمان کیا جاتا ہے کہ معاملہ دم کرنے والے کے ساتھ ہے نہ کہ علاج کے ساتھ۔

[یعنی ڈاکٹری علاج کے وقت ذہن علاج اور دوا کی طرف ہوتا ہے کہ شفا دوا سے حاصل ہوگی ڈاکٹر سے نہیں۔ لیکن دم کرنے والے کے متعلق یہ نہیں ہوتا وہاں تو نظریں اس شخص پر لگی ہوتی ہیں کلام الٰہی وغیرہ پر نہیں] مترجم۔

قرآن کریم تو تمام مسلمانوں کے پاس موجود ہے اور وہ اس کو پڑھنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ حرص کرتے ہیں کہ دم کرنے والا ہی اس کو پڑھے۔ اسی وجہ سے وہ دم کرنے والا فخر وغرور میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے متعلق مختلف قسم کے گمان اور

---

[1] تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۸۔

سوچیں سوچ لیتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اسی طرح کے کاموں سے دور رہنا زیادہ اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۴) یہ بھی غور وفکر کرنے والی بات ہے کہ دم کرنے والے جن کی کیفیات گزر چکی ہیں وہ بغیر علم کے گفتگو کرتے ہیں اس لیے کہ وہ جب مریض پر دم کرتے ہیں اور جن ان سے ان کی زبان میں ہی بات چیت کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تجھ میں کوئی جن نہیں بلکہ تجھے نظر لگی ہوئی ہے۔ یا یہ کہتے ہیں کہ تجھے نہ تو جن چمٹا ہوا ہے اور نہ ہی نظر لگی ہوئی ہے۔ اس حالت میں وہ کہتے ہیں کہ یہ بات لازمی ہے کہ جب ہم مریض پر دم کریں تو جن ہم سے مخاطب ہوں گے، گفتگو کریں گے یعنی یہ ضروری ہے کہ جب مریض سے آواز آئے تو تب ہی وہ مریض تصور ہوگا وگرنہ نہیں۔ ان کی اس بات پر کوئی بھی علمی دلیل نہیں ہے۔

جب مریض پر دم کر کے اس میں موجود جن کو ڈرایا جائے تو بعض اوقات وہ گفتگو بھی کرتا ہے۔ اور ڈر بھی جاتا ہے اور کبھی نہ تو ڈرتا ہے اور نہ وہ گفتگو کرتا ہے۔ اب دم کرنے والے کو قطعی علم کیسے ہوسکتا ہے کہ مریض میں نہ تو جن ہے اور نہ اس کو نظر لگی ہوئی ہے۔ اس بنا پر مریض دم کرنے والے پر اعتماد کرتے ہوئے ایسی صورت حال میں مسنون دعائیں چھوڑ بیٹھتا ہے جبکہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾ [۱۷/الاسراء:۳۶]

”آپ وہ بات نہ کریں جس کا آپ کو علم نہیں ہے بے شک کان، آنکھ اور دل سب اللہ کے ہاں جواب دہ ہیں۔“

(۵) یہ بات بھی غور طلب ہے کہ مذکورہ کیفیت جن کا ذکر ہو چکا ہے وہ لوگوں کو گروہوں میں اپنے پاس جمع کر لیتے ہیں اور کثرت زائرین کی وجہ سے وقت بچانے کی خاطر ان تمام پر ایک مرتبہ ہی دم کر دیتے ہیں پھر ان کے برتنوں میں تھوکتے ہیں اور لعاب کے چھینٹے ڈالتے ہیں جو تھوک قرأت سے خلط ملط ہوتا ہے وہ تو پہلے دوسرے برتن میں ہی ختم ہو جاتا ہے وہ ایک مرتبہ قرأت کرنے سے ہو یا اس سے زیادہ اور برتنوں میں تھوکنا دم کرنے والے

کے لئے جائز ہے اور پھر دم کرنے والے کا لعاب بابرکت کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ بھی قرآن کریم کی تلاوت کے بغیر، نیز ایسی صورت میں سلف صالحین سے دلیل بھی تو ملنی چاہیے۔

(۶) یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ دم کرنے کی جو مذکورہ کیفیت ہے وہ عاملوں کو مال و زر اکٹھا کرنے پر ابھارتی ہیں پھر بعض شعبدہ باز، فریبی اور مکار اپنے عمل (دم وغیرہ) کا چرچا کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس غرض کے لیے دکانیں کھول لیتے ہیں اور حق کو باطل کے ساتھ ملا دیتے ہیں اور لوگوں کے لیے شرک کا بہت بڑا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شعبدہ باز اپنے عمل یعنی جھاڑ پھونک کو ان قراء کے ساتھ ملا دیتے ہیں جو اپنے عمل اور جھاڑ پھونک میں شعبدہ بازی اور کہانت کی ملاوٹ نہیں کرتے جس وجہ سے ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور وہ وسائل و ذرائع جو شرک تک پہنچا دیں ان کو ختم کرنا واجب ہے۔ چاہے ان ذرائع کو اختیار کرنے والا حق کا ارادہ رکھتا ہو۔

تحقیق عبداللہ بن مسعود ان کے اصحاب اور محقق علماء کرام کے ایک گروہ نے اس ذریعے کو روکنے کے لیے قرآن کریم کو گلے میں لٹکانے سے منع فرمایا ہے۔ باوجود اس کے کہ قرآن کریم کلام الٰہی ہے۔ شاید یہ ذریعہ گلے میں تعویز لٹکانے تک نہ پہنچا دے۔ [1]

اسی وجہ سے سعودی عرب کی فتویٰ دینے والی کمیٹی کے ارکان نے مورخہ ۱۳۹۰/۴/۴ھ کو اپنے فتوی نمبر ۹۹۲ میں یہی فتوی دیا۔ [2]

(۷) مذکورہ قسم کے بعض جھاڑ پھونک کرنے والے لوگ اپنے آپ کو لوگوں پر دم کرنے کے لیے مختص اور فارغ کر لیتے ہیں اور اس کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں اور اس کو مستحب سمجھتے ہیں۔ جبکہ استحباب ایک شرعی حکم ہے جو عبادت ہے اور یہی چیز ان کو بدعت میں واقع ہونے کی طرف دھکیلتی ہے۔ جو کسی کام کو مستحب سمجھتا ہے، جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا اور نہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے کیا، اس دور کے تقاضے کے باوجود، تو وہ بدعت کا دروازہ کھولتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے اگر مریضوں پر دم کیا ہے اور اس پر اجرت (فیس) بھی لی ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ لیکن وہ اس کام کے لیے اپنے آپ

[1] فتح المجید ۱۳۲ و معارج القبول ۱/۳۸۲۔ [2] دیکھیے مجلۃ البحوث الاسلامیہ نمبر ۲۵ ص ۴۰۔

کو فارغ نہیں کر لیتے تھے اور اس کے ساتھ لوگوں کے درمیان شہرت بھی نہیں حاصل کرتے تھے۔ اس وجہ سے اگر ان میں سے کسی نے یہ ذکر کر بھی دیا کہ وہ مریضوں پر دم کرتا ہے اور اسی کام تک محدود ہے۔ اور اس کو پیشہ نہیں بنایا کہ اس سے رزق کمائے، بلکہ وہ تو صرف دم تک ہی محدود رہتے تھے۔

(۸) بلا ریب بعض صحابہ کرام مستجاب الدعا تھے۔ جیسے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کے لیے آپ نے مستجاب الدعا ہونے کی دعا کی تھی اور بعض تابعین کے لیے، جیسے اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس کے باوجود کہیں بھی یہ ذکر نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے ان کے دروازوں پر جا کر فوج در فوج رش کیا ہو اور دعا کی درخواست کی ہو۔ حالانکہ مسلمانوں کو اپنے دین و دنیا کی بھلائی کے لیے ان کی دعاؤں کی ضرورت بھی تھی اور شرعی طور پر یہ ممنوع بھی نہیں تھا کہ مسلمانوں سے کوئی شخص ان کے پاس جا کر دعا کی درخواست کرتا اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو اویس قرنی کے پاس گئے اور دعا کی خواہش کی اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے کا کہا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا عمر اگر اہل مدینہ کو اویس قرنی کے پاس دعا کروانے کی غرض سے جمع ہوتے دیکھ لیتے تو ان کو اس سے ضرور منع کرتے۔ حالانکہ آپ نے خود ان سے دعا کروائی ہے۔ عمر کا روکنا! اس ڈر کی وجہ سے ہوتا کہ کہیں لوگ فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں اور ایسے ہی اُویس قرنی کی یہ بڑی سمجھداری ہے کہ انہوں نے اپنی ذات کو (اس چیز سے) چھپانے کی پوری کوشش کی نیز اپنی ذات اور دوسروں کو فتنہ میں مبتلا نہیں ہونے دیا۔ اسید بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یمن کے لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدد کے لیے آئے۔ (یعنی وہ لوگ جو ہر ملک سے لشکر اسلامی کی مدد کے لیے جہاد کی غرض سے آتے ہیں) تو وہ ان سے پوچھتے ہیں کہ تم میں اویس بن عامر بھی کوئی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت اویس بن عامر کے پاس آئے اور پوچھا کیا تمہارا نام اویس بن عامر ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پوچھا تم مراد قبیلہ میں سے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! پوچھا قرن سے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں، پوچھا تم کو برص (پھلبہری) تھی وہ ٹھیک ہو گئی مگر ایک درہم کے سوا، انہوں نے کہا ہاں۔ پوچھا تمہاری والدہ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، تب حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: تمہارے پاس اویس بن عامر یمن والوں کی امدادی فوج کے ساتھ آئے گا وہ مراد قبیلہ سے ہوگا جو قرن کی ایک شاخ ہے۔ اس کو برص تھا وہ ٹھیک ہوگیا سوائے ایک درہم کی جگہ کے اس کی ماں ہے جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ پورا کردے، اس سے دعا کروانا میرے لیے اور اپنے لیے۔ حضرت اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی دعا کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کوفہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم کو کوفہ کے عامل کے نام ایک خط لکھ دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا مجھے خاکساروں میں رہنا اچھا لگتا ہے۔ جب دوسرا سال آیا تو کوفہ کے رئیسوں میں سے ایک شخص نے حج کیا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا آپ نے اس سے اویس رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا وہ بولا میں نے اویس کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ اس کے گھر میں اسباب کم تھا اور تنگ دست تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے اویس بن عامر یمن کے امدادی لشکروں کے ساتھ تمہارے پاس آئے گا وہ مراد قبیلہ کی شاخ قرن میں سے ہوگا، اس کو پھلبہری تھی پھر ٹھیک ہوگئی سوائے ایک درہم کے برابر۔ اس کی ماں ہے جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا ہے۔ اگر وہ اللہ پر قسم اٹھالے تو اللہ اس کو پورا کردیں اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنے لیے اس سے دعا کروانا۔

وہ شخص (رئیس) یہ سن کر اویس کے پاس آیا اور کہنے لگا میرے لیے دعا کرو۔ اویس نے کہا تو ابھی نیک سفر سے آرہا ہے (یعنی حج کر کے) تو میرے لیے دعا کر، وہ شخص بولا میرے لیے دعا کرو، اویس نے پھر یہی جواب دیا اویس نے پوچھا کیا تو عمر رضی اللہ عنہ سے ملا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔ اویس نے اس کے لیے دعا کی تو اس وقت لوگ اویس کی قدر و منزلت سمجھے۔ وہ وہاں سے چلے تو اسید بن جابر فرماتے ہیں ان کا لباس ایک چادر تھی جب کوئی ان کو دیکھتا تو کہتا اویس کے پاس یہ چادر کہاں سے آئی۔ [1]

---

[1] صحیح مسلم مع النووی ۱۶/ ۷۸۔ کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل أویس القرنی رضی اللہ عنہ۔

مؤلف کہتے ہیں کہ میرے نزدیک جھاڑ پھونک دعا کی طرح ہے بلکہ یہ دعا ہی ہے اگر کسی شہر کے رہنے والے لوگ ایک دوسرے کے پیچھے یکے بعد دیگرے ایسے شخص کے پاس آئیں جس کی حالت سے اصلاح ظاہر ہورہی ہے۔ اپنے بچوں کو گھٹی دلانے کے لیے، ایسے ہی کسی اور کام کے لیے تو یہ لوگوں اور اس شخص کے لیے مناسب نہیں ہے فتنہ میں مبتلا ہونے کے اندیشہ کی بنا پر۔ شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب فرماتے ہیں۔ یہ اور اس جیسی دوسری شکلیں تبرک کی شکلیں ہیں یہ اور ایسے دوسرے کاموں سے فتنہ میں متبادل ہونے سے نہیں بچا جاسکتا اور خود پسندی فخر وغرور ایسے کام کرنے والوں کی میراث بن جاتی ہے۔ [1]

قلت: میں کہتا ہوں کہ اس شخص کے متعلق سوچ اور گمان کیسا ہوسکتا ہے جس کے پاس قاضیوں، مفتیوں اور علمائے کرام کو چھوڑ کر ہزاروں کی تعداد میں لوگ دم کروانے کے لیے آئیں، کیا وہ فتنہ سے محفوظ رہ سکتا ہے؟

(۹) جب یہ واضح ہوگیا کہ اس معاملے میں لوگوں کے لیے بگاڑ اور شر ہے خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام سے زیادہ عامل اور دم کرنے والوں کے ساتھ جڑے رہتے ہیں۔ اُن سے تعلق استوار کیے ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کے ہاں رش کی زیادتی کی وجہ سے شفا کو اس دم کرنے والے کے ساتھ مربوط کر لیتے ہیں۔ یہ کام ایسا ہے جو ہم اکثر علمائے کرام اور صلحائے عظام کے ہاں نہیں دیکھتے اور شہرت وغرور کی وجہ سے اس کا نقصان عامل اور قاری کی اپنی ذات پر ہے۔

جھاڑ پھونک موجودہ کیفیت میں جو بدعت نکالی گئی ہے یہ سلف صالحین کے ہاں بالکل معروف نہ تھی، جس طرح ایک ہی قراءت کے بعد ان کے تمام برتنوں میں تھوکا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مفاسد کو ختم کرنا مصلحت پر مقدم ہے۔ خصوصاً جب مصلحت پر مفاسد بڑھ جائیں، جیسے ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ [٦/الانعام:١٠٨]

---

[1] تیسر العزیز الحمید: ص١٦٦!

''اور تم مت گالی دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں۔
پس وہ بوجہ جہالت حد سے گزرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی
کریں گے''۔

پس مشرکوں کا اللہ کی شان میں گستاخی کرنا بہت بڑی برائی اور فساد ہے اور مومنوں کا ان کے معبودوں کو گالی دینا بہت بڑی مصلحت ہے، لیکن یہاں برائی کے روکنے کو مصلحت کے حصول پر مقدم کیا گیا ہے۔ اس برائی کے بڑے ہونے کی وجہ سے۔

(۱۰) لوگوں پر دم کرنے کے لیے فارغ ہو جانے میں ان لوگوں کے ساتھ مشابہت ہے جو لوگوں کے واسطے دعا کرنے کے لیے فارغ رہتے ہیں۔ دعا اور دم دونوں کی ایک ہی نوعیت ہے۔

تو کیا طالب علم کو یہ لائق ہے کہ وہ لوگوں سے کہے میرے پاس آؤ میں تمہارے لیے دعا کروں؟ یہ تو سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ان سے دعا کے لیے کہا جائے اور وہ کہتے تھے۔ ''أأنبيا نحن'' کیا ہم نبی ہیں؟۔ [1]

(۱۱) یہ صورت حال اس قدر پھیل چکی ہے کہ عام لوگ جن کو کچھ علم نہیں وہ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ یہ کیفیت ہی جھاڑ پھونک کا صحیح طریقہ ہے اور لوگ ہمیشہ دوسروں سے دم کی طلب کرتے رہتے ہیں اور سنت کے مطابق خود کو دم کرنے سے رک جاتے ہیں اور رب عرض وسما کے سامنے شفا کا سوال کرنے سے دور ہو جاتے ہیں۔



[1] دیکھئے الحکم الجدیدہ بالإذاعۃ لابن رجب ص ۵۴۔

الخاتمہ

تمام تعریفات اللہ رب العزت کے لیے ہیں۔ جس کی مہربانی کے ساتھ نیکیاں مکمل ہوتی ہیں۔ عقیدہ اہل سنت والجماعت کی روشنی میں جھاڑ پھونک کی یہ مختصر بحث پوری ہوئی جس کے مجمل نتائج مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) جھاڑ پھونک سابقہ امتوں اور اہل جاہلیت کے ہاں معروف تھا۔

(۲) دم کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) شرکیہ دم (۲) بدعیہ (۳) مباحہ

(۳) بہترین دم وہ ہے جو اللہ رب العزت کی کلام یا نبی ﷺ کی کلام میں سے ہو۔

(۴) مباح دم توکل کے منافی نہیں بلکہ اسباب میں سے ہے۔

(۵) تکلیف واقع ہونے سے قبل بھی اور تکلیف واقع ہونے کے بعد میں بھی دم ہو سکتا ہے۔

(۷) لوگوں پر دم کرنے کے لیے فارغ رہنا اور اس کام کو پیشہ بنا لینا جس سے انسان روزی حاصل کرے یہ سب سلف صالحین کے ہاں غیر معروف تھا اور یہ دم کرنے والے اور کروانے والے کو برائی اور فساد کی طرف دھکیل دیتا ہے۔

(۸) دم کرنے کی اجرت لینا جائز ہے مگر اس کے لیے فارغ رہنا اور اس کو پیشہ بنانا جائز نہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْن.

وَمَا تَوْفِيْقِي اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ أُنِيْب



المصادر ومراجع

(١) الاصابة فی تمیز الصحابه تالیف احمد بن علی بن حجر عسقلانی و بھا مشه الإستیعاب فی معرفة الأصحاب ابن عبدالبر النمری، القرطبی داراحیاء التراث العربی. بیروت طبع اولی ١٣٢٨ ھ.

(٢) تحفة الاحوذی شرح جامع ترمذی لمحمد عبدالرحمن عبدالرحیم المبارکپوری دار الفکر للطباعة والنشر طبع ثالثه ١٣٩٩ ھ.

(٣) التوضیح عن توحید الخلاق فی جواب أھل العراق للشیخ سلیمان بن عبدالله بن شیخ محمد عبدالوھاب الناشر دار طیبه الریاض. طبع اولیٰ ١٤٠٤ ھ.

بعض لوگوں نے اس کتاب کے بارے میں کہا ہے کہ یہ کتاب شیخ محمد بن عبدالوہاب کے شاگردوں میں سے کسی کی ہے۔

(٤) تیسر العزیز الحمید شرح کتاب لتوحید للشیخ سلیمان بن عبدالله بن عبدالوھاب طبع المکتب الاسلامی بیروت طبع الرابعه.

(٥) زاد المعاد فی ھدی خیر العباد لا بن قیم الجوزی تحقیق شعیب الأرنا ؤوط. مؤسسة الرساله و مکتبه المنار الاسلامیه طبع السابعه ١٤٠٥.

(٦) سلسلة الاحادیث الصحیحة و شیئ من فقهها و فوائد ھا المحمد ناصر الدین الالبانی الاسلامی المکتب بیروت.

(٧) السنن الکبریٰ للحافظ أبی بکر احمد بن الحسین البیھقی دارالفکر.

(٨) سیراعلام النبلاء للإمام محمد بن احمد بن عثمان الذھبی تحقیق شعیب الأرنا ؤوط. مؤسسة الرساله بیروت، طبع ثالثه ١٤٠٥.

(٩) سنن ابی داؤد، إعداد و تعلیق عزت عبید الدعاس و عادل السید. دار الحدیث بحمص، طبع اولی ١٣٩١

(۱۰) سنن ابن ماجه تحقيق محمد فؤاد عبدالباقی دار احياء التراث العربی بلبنان.
(۱۱) سنن الترمذی بتحقيق احمد شاكر دار احياء التراث العربی فی بيروت.
(۱۲) صحيح سنن ابن ماجه باختصار السند و صحيح سنن ابی داؤدو صحيح سنن الترمذی جميعها لمحمد ناصر الدين البانی. (الناشر)مكتب التربيه العربی لدول الخليج بالتعاون مع المكتب الاسلامی فی بيروت.
(۱۳) صحيح مسلم شرح النووی دار احياء التراث العربی بيروت، طبع ثانيه ۱۳۹۲ھ.
(۱۴) عون المعبود شرح سنن أبی داؤد لأبی الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادی مع شرح الحافظ ابن قيم الجوزيه. دارالفكر طبع ثالثه ۱۳۹۹ھ.
(۱۴) فتح الباری شرح صحيح البخاری، لحافظ شهاب الدين ابن حجر العسقلانی دار المعرفة للنشر بيروت طبع الثانيه.
(۱۵) فتح المجيد شرح كتاب التوحيد شيخ عبدالرحمٰن بن حسن آل الشيخ تصحيح الشيخ عبدالعزيز بن باز الناشر المكتبة السلفيه بالمدينه طبع السادسه، ۱۳۹۷ھ.
(۱۶) لسان العرب لجمال الدين محمد بن مكرم بن منظور دار صادر بيروت.
(۱۷) مجموع فتاویٰ شيخ الاسلام ابن تيميه جمع و ترتيب عبدالرحمن بن محمد بن قاسم. طبع اولیٰ ۱۳۹۸ھ.
(۱۸) مجلة البحوث الاسلاميه، مجله دورية تصدر عن الرئاسة العامه لإدارات البحوث العلميه والافتاء والدعوه والارشاد.

(۱۹) مجمع الزوائد و منبع الفوائد. للحافظ علی بن ابی بکر الهیثمی دار الکتاب العربی بیروت، طبع ثالثه ۱۴۰۲ ھ.

(۲۰) مختصر صحیح مسلم، للحافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری تحقیق محمد ناصر الدین البانی الطبعة الثانیه ۱۳۹۲ ھ مکتب الاسلامی و دارالعربیه بیروت.

(۲۱) مراصد الاطلاع علی أسماء الامکنه و البقاع لصیفی الدین عبدالمومن بن عبدالحق البغدادی. تحقیق علی محمد البجاوی. دارا احیاء الکتب العربیه لعیسی البابی الحلبی و شرکائه طبع اولیٰ عام ۱۳۸۳ ھ.

(۲۲) المستدرک علی الصحیحین للحافظ أبی عبدالله الحاکم النسا بوی و بذیله التلخیص للحافظ الذهبی دار الفکر، بیروت عام ۱۳۹۸ ھ.

(۲۳) مسند الامام احمد بن حنبل و بهامشه منتخب کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال، الناشر المکتب الاسلامی و دار صادر، بیروت.

(۲۴) المصنف للحافظ أبی بکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی طبع ثانیه عام۱۴۰۳ ھ المکتب الاسلامی تحقیق حیب الرحمن الاعظمی.

(۲۵) معارج القبول بشرح مسلم الوصول الی علم الاصول فی التوحید تالیف الشیخ حافظ بن احمد حکمی الناشر جماعةاحیاء التراث.

(۲۶) مؤطا الإمام مالک روایة یحییٰ بن یحییٰ اللیثی اعداد أحمد راتب عمروش. دار النفائس طبع ثانیه ۱۳۹۷ ھ

(۲۷) النهایة فی غریب الحدیث والاثر لأبی السعادات المبارک بن حجر الجزری ابن الأثیر، تحقیق طاهر احمد الزاوی و محمود محمد الطناجی ، المکتبه علمیه، بیروت.

(۲۸) النهج السدید فی تخریج الاحادیث تیسر العزیز الحمید ویلیه ملحق تخریج زوائد أحادیث فتح الجید علی التیسیر تصنیف أبی سلیمان جاسم الفهید الدوسری. دارالخلفاء للکتاب الاسلامی ، کویت طبع اولیٰ عام [illegible] ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجمال والکمال

تفسیر سورۃ یوسف

تالیف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

تحقیق و تخریج

محمد سرور عاصم

مکتبہ اسلامیہ


رحمۃ للعالمین
مکتبہ اسلامیہ


سیرت عائشہ
مکتبہ اسلامیہ


معارف الاسماء
شرح
اسماء اللہ الحسنیٰ


الجمال والکمال
تفسیر سورۃ یوسف


امیر معاویہ
ایک مجاہد صحابی


رحمت عالم
علامہ سید سلیمان ندوی